سَیفِ چشتیائی

تصنیفِ لطیف

زبدۃ المحققین رئیس العارفین حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی

کا صحیح اندازہ ہو سکے کہ اِس فتنہ سے دُنیائے اِسلام کِس درجہ کے ذہنی اِنتشار اور دینی تفرقہ کے خطرۂ عظیم سے دوچار ہُوئی۔ عُلمائے وقت نے اِس فتنہ کو فرو کرنے میں کِتنا بڑا کارنامہ انجام دیا، اور اِس میں حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف کا کِردار کِتنا اہم اور عظیم الشّان تھا۔

یہ تحریکِ قادیانیت حکومتِ برطانیہ کی سرپرستی میں شروع ہُوئی اور اِس کا اصل مقصد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نشانہ بنا کر مُسلمانوں کے دِلوں سے آپؐ کی قدر و منزلت کو نکالنا اور دینِ اِسلام کے اِرشادات اور اُن کے مطالب میں اِس طرح کا ردّ و بدل کرنا تھا کہ مُخالفین کو اپنے عزائم کی تکمیل میں امداد مِل سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک اِمتیازی خصُوصیت یہ بھی کہ آپؐ کے بعد رسالت کا سِلسلہ ختم کر دیا گیا تھا۔ آپؐ مسلّمہ طور پر اللہ تعالےٰ کے آخری نبی تھے اور آپؐ کی شریعت اِس دُنیا کے لِیے خُدا کی آخری شریعت تھی اِس شریعت میں اِتنی وُسعت رکھی گئی تھی کہ قیامت تک کے لِیے پیش آنے والے اِنسانی مسائل کا حل اُس میں موجُود تھا۔ آپؐ کے آخری نبی ہونے کی خبر قرآن کریم میں نہایت وضاحت اور غیر مُبہم الفاظ میں دی گئی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (احزاب ـــ ۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسُول اور سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

اور متعدد احادیثِ مُبارکہ سے اِس کی تائید ہوتی ہے مثلاً صحیح مُسلم میں بروایتِ سعدؓ حدیثِ طویل کے ضمن میں مذکور ہے:۔

فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون الا انه لا نبوة بعدى۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علیؓ سے) فرمایا کیا تم اِس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرے ساتھ ایسے ہو جیسے مُوسےٰؑ کے ساتھ ہارُون لیکن (نبوّت کا لقب تمھیں نہیں مِل سکتا) میرے بعد نبوّت نہیں۔

مُسلمانوں کے سارے مکاتیبِ فکر ختمِ نبوّت کے مسئلہ پر اُس وقت تک کاملاً متّفق تھے جب تک بانیٔ قادیانیت نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اِس کی اِبتدا بھی اُنھوں نے عجیب انداز میں کی۔ قرآنِ کریم میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے حالات کے سِلسلہ میں یہ ذِکر ہے کہ اُن کو یہُودیوں نے سُولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ لیا کہ وُہ وفات پا گئے مگر وُہ غلطی پر تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ یہ تذکرہ سُورۃ النّساء میں اِن الفاظ میں ہے:۔

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (النّسآء: ۱۵۷ - ۱۵۸)

اور وُہ کہتے ہیں ہم نے مسیح ابنِ مریم رسُول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ اُنھوں نے نہیں قتل کیا اور نہ ہی صلیب چڑھایا مگر اُس کی شبیہ کو۔ اور جو اِس میں اِختلاف کرتے ہیں، وُہ بھی بے خبر ہیں۔ اُن کے پاس سوائے ظن کے اور کوئی دلیل نہیں اُنھوں نے ہرگز اُسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنے پاس اُٹھا لیا اور خُدا غالب ہے حِکمت والا۔

صحیح مُسلم کی احادیثِ مقدّسہ میں آثارِ قیامت کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اِرشادات موجُود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے دُنیا میں شرُور و فسادات بے انتہا ہوں گے اور دجّال نامی ایک شخص کا ظہُور ہو گا

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

بار پنجم

مقامِ اشاعت ———— گولڑا شریف، ضلع اسلام آباد

تاریخِ اشاعت ———— ۲۹ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ، جون ۱۹۹۸ء

خطاطی ———— خوشی محمد ناصر قادری خوشنویس خوش رقم جالندھری

———— تلمیذ پروین رقم، ۳۰۔ایس۔۱۵۔بنک کالونی سمن آباد لاہور

مطبوعہ: پرنٹنگ پروفیشنل لاہور۔فون: ۶۳۰۲۱۰۳

ہدیہ [redacted] روپے

120/

تھے اَور اپنے اِس اِضمحلال سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ہر طرف منتظر آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کب کوئی مردِ خُدا آن کر اُنھیں اِس اِبتلا سے نجات دِلاتے۔ اِس تذبذب اَور اضطراب کے زمانہ میں مُسلمانوں کے ذِہن پر جو نفسیاتی کیفیت طاری تھی مرزا صاحب کو اُن کے رفیق حکیم نُوردین نے اُس سے فائدہ اُٹھانے کا مشورہ دیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر وُہ خود کو مثیلِ مسیح کا لبادہ اوڑھ کر قوم کے سامنے پیش کریں تو ساری قوم دِل وجان سے اُن کا خیر مقدم کرے گی۔ اَور وُہ احیائے مِلّت کے لیے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکیں گے۔
مرزا صاحب نے اپنے پیروکار حکیم نُوردین کے مشورہ پر عمل کرتے ہُوئے سب سے پہلے مثیلِ مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا اَور کہا:۔

"مجھے مسیح ابنِ مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اَور نہ میں تناسخ کا قائل ہُوں بلکہ مجھے تو فقط مثیلِ مسیح ہونے کا دعوےٰ ہے جس طرح محدّثیت نبوّت سے مشابہ ہے اَیسا ہی میری رُوحانی حالت مسیح ابنِ مریم کی رُوحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے"۔ (اِشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دُوم مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)

مثیلِ مسیح سے مسیح موعُود

مرزا صاحب اپنے اِس دعوئے مثیلِ مسیح پر زیادہ عرصہ قائم نہ رہے بلکہ اُس سے ایک قدم آگے بڑھے اَور سب سے پہلے "حیاتِ مسیح" کے عقیدہ کو غلط بتا کر "وفاتِ مسیح" کا اعلان کیا۔ اَور پھر اپنے مسیح موعُود اَور مہدیٔ معہود ہونے کا اعلان اِن الفاظ میں کیا۔

"میرا دعوےٰ یہ ہے کہ میں وُہ مسیح موعُود ہُوں جس کے بارے میں خُدائے تعالےٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وُہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا"۔ (تحفۂ گولڑویہ)

اِن اعلانات کے بعد احادیثِ نزُولِ مسیح کے مختلف پہلوؤں کو اپنی ذات پر درُست ثابت کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اِستعارہ اَور تاویل سے کام لیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے "مُسلم" کی احادیث کے مُطابق مسیح موعُود کی تشریف آوری اِن حالات میں ہُونی تھی۔

۱۔ نُزُوْلُهٗ وَمَكَانُهٗ بِالشَّامِ بَلْ بِبَلَدِ مِشْقَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ۔ — حضرت عیسیٰؑ کا نزُول مُلکِ شام یعنی دمشق میں شرقی منارہ پر ہوگا۔

۲۔ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَصَّرَانِ۔ — نزُول کے وقت دو زرد رنگ کی چادریں پہن رکھی ہوں گی۔

۳۔ مُسلمانوں کا اِمام اُن سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے گا تو فرمائیں گے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (تمھارا اِمام تم میں سے ہے) اَور صحیح اَور متواتر احادیث سے واضح ہے کہ یہ اِمام حضرت مہدی علیہ السّلام ہوں گے جو بنی فاطمہؓ میں سے ہوں گے۔

مرزا صاحب نے اِن شرائط کی تکمیل اپنی ذات کے متعلق کی۔ اَور اپنی مسجد کو مسجدِ اقصیٰ کا اَور اپنی ذات کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا مثیل ظاہر کیا۔

مسیح موعُود سے نبوّت تک

مرزا صاحب اپنے مسیح موعُود ہونے کے دعوےٰ پر قریباً دس سال قائم رہے اَور پھر ختمِ نبوّت کے معرُوف اِسلامی نظریہ کو (جس کے وُہ خُود بھی مُعتقد رہے تھے) غلط قرار دے کر نومبر ۱۹۰۱ء میں اپنی نبوّت کا اعلان کر دیا۔

جو اپنے جادُو اَور شیطانی قوتوں کی اِمداد سے ایک وسیع قطعۂ زمین پر قبضہ کرے گا اَور ایمان رکھنے والوں پر دائرۂ حیات تنگ کر دے گا۔ اُس وقت حضرت عیسٰی علیہ السّلام دمشق کے مشرق میں سفید مینارہ کے قریب آسمان سے اُتریں گے اِس حال میں کہ آپ کے دونو ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔ آپ آکر دجّال کو قتل کریں گے۔ اَور دُنیا میں اِسلام، اِیمان اَور امن کا بول بالا کریں گے۔ اَور پھر سات سال یہاں زندہ رہنے کے بعد وفات پاکر مدینہ شریف میں حرمِ پاک میں دفن ہوں گے۔ آپ کے ظہور سے پہلے بنی فاطمہؓ میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا اَور لقب مہدی۔ وُہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے ظہور کے وقت اُن کا استقبال کرے گا اَور پہلی نماز یہ حضرات مل کر پڑھیں گے۔ اُس میں وُہ عیسٰی علیہ السّلام کی قیادت میں دُنیا کو کفر و الحاد کے اثرات سے پاک کرنے میں اِمداد دے گا۔

چُونکہ اِن احادیثِ مُبارکہ میں صحیح سال کا تعیّن نہیں ہے اِس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد کئی ایسے لوگ پیدا ہُوئے جنھوں نے اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر قبل اس کے کہ وُہ کسی عیسٰی کا استقبال کرتے وُہ خُود اِس دُنیا سے اُٹھ جاتے رہے۔ بانئ قادیانیت نے ان مدّعیان سے ذرا مختلف طریقہ اختیار کیا۔ سب سے پہلے اُنھوں نے عُلمائے سلف کے اس عقیدہ کو غلط بتایا کہ عیسٰی علیہ السّلام زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے تھے اَور وُہی پھر زمین پر واپس آئیں گے۔ اُن کے نظریہ کے مُطابق عیسٰی علیہ السّلام اپنے زمانہ میں ہی اِنتقال فرما گئے تھے اَور قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والا شخص محض مثیلِ مسیح ہوگا۔ اِس نظریہ کی اشاعت کے ساتھ ہی اُسی مثیلِ مسیح ہونے کا دعویٰ کرکے خُود کو مسیح موعُود قرار دے دیا۔ اِس ابتدا سے وُہ ظلّی نبوت کی طرف بڑھے اَور بالآخر اپنے اصلی نبی ہونے کا اعلان کرکے اُمّتِ مُسلمہ کے اِس اعتقاد پر ضرب لگائی جس سے وُہ تیرہ سو سال سے مکلّف تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خُدا کے آخری نبی ہیں اَور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اَب مرزا صاحب کے اِس اِرتقائے رُوحانی اَور اُن کی تعلیمات کی تفصیل اجمالاً دی جاتی ہے:-

بانئ قادیانیت اَور اُن کی ابتدائی زندگی

تحریکِ قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ وُہ برٹش انڈیا میں صُوبہ پنجاب کے ضلع گُورداسپُور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہُوئے۔ اُن کے والد کا نام غلام مرتضٰی تھا جو سمرقندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کا پیشہ طبابت اَور زمینداری تھا۔ مرزا غلام احمد علُومِ مروجہ عربی، فارسی اَور طِب کی تحصیل سے فارغ ہوکر ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں بطور اہل مد قریباً چار سال ملازمت کرتے رہے۔ بعدہٗ ملازمت چھوڑ کر اپنے والدِ محترم کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اَور مذہبی مناظرات وغیرہ میں حصّہ لیتے رہے۔ جہاں تک معلوم ہوسکا ہے اُن کے آبا و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے۔ اَور خُود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں اُنھی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ اِس وقت تک مرزا صاحب کے عقائد وُہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان کے ہونے چاہئیں۔ وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النّبیین ہونے کے بھی اُسی قدر قائل تھے جیسے دیگر مُسلمان۔ اُن ایام میں مرزا صاحب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے رفعِ آسمانی اَور نزُول کے عقیدہ پر بھی ایمان رکھتے تھے۔

مثیلِ مسیح ہونے کا دعوےٰ

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اپنی سیاسی بالادستی کھو دینے کی وجہ سے مُسلمان سخت ذہنی پریشانی اَور مایوسی کا شکار ہوچکے

اپنے اِس دعوے کے بعد مرزا صاحب کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو ظلّی نبی ظاہر کرتے رہے۔ اُن کے کہنے کے مُطابق اگرچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت کا دروازہ کھُلا تھا مگر نبوّت صِرف آپؐ کے فیضان سے ہی مِل سکتی تھی نہ کہ براہِ راست جیساکہ پہلے زمانہ میں ہوُا کرتا تھا۔ اَور خاتم النّبیّین کے معنی یہ تھے کہ آپؐ نبیوں کی مُہر ہیں اَور آپؐ کی مُہر کے بغیر کسی کی نبوّت کی تصدیق نہیں ہو سکتی تھی۔ یعنی آپؐ کے بعد ایسے انبیاء پیدا ہوں گے جن کی نبوّت کی تصدیق آپؐ اپنی مُہر سے فرمائیں گے۔ ان انبیاء کی نبوّت کا معیار آپؐ کے نقشِ قدم پر چلنا اَور آپؐ کی شریعت کو قائم کرنا ہوگا۔

کچھ عرصہ اِسی طرح ظِلّ رہنے کے بعد مرزا صاحب آخر اُس منزل پر پہنچ گئے جس کے تصوّر سے کاملین بھی کانپتے تھے یعنی اُنھوں نے مُستقِل صاحبِ شریعت نبی اَور خاتم النّبیّین ہونے کا دعوےٰ کردیا اَور اُن کے شبدیزِ قلم نے اُس اَدب گاہ کو بھی پھلانگ جانے کی جسارت کی جس کے نزدیک پھٹکنے سے نہ صرف جبرئیل علیہ السّلام کے پَر جلتے تھے بلکہ مشائخِ عظام کو آزادی سے سانس تک لینے کی جُرأت نہ تھی۔

اَدب گاہیست زیرِ آسماں اَز عرش نازک تر
نفَس گُم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ آں جا

اپنی تصنیف "حقیقت الوحی" میں قرآن کریم کی وُہ آیات جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں نازل ہُوئی تھیں اُنھیں اپنی طرف منسُوب کرکے اپنی ذات کو اُن کا مصداق ظاہر کیا۔

مُستقِل نبوّت کا لبادہ اوڑھنے کے بعد یہ ضرُوری تھا کہ اُس کے دیگر لوازمات بھی سامنے لائے جاتے۔ چُنانچہ مرزا صاحب نے یہ بھی دعوےٰ کیا کہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اَور وحی سے کہیں زیادہ الہامات تھے جو مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کیے۔ مرزا صاحب کے بہت سے الہامات پیش گوئیوں کی شکل میں ہیں جنھیں وُہ اپنی صداقت کا معیار اَور نشان قرار دیتے رہے۔

مرزا صاحب اَور قرآن وحدیث

ظِلّی نبی بننے اَور صاحبِ وحی و اِلہام ہونے کے دعوے کے بعد مرزا صاحب نے اپنی توجہ قرآن وحدیث کی طرف بڑھائی تاکہ اُن میں اپنے مقصد کے حصُول کے لیے ضرُوری ردّ و بدل کیا جاسکے۔ بقول اُن کے "خُدا نے مجھے مسیح موعُود بناکر بناکر بھیجا ہے اَور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچّی ہے اَور فلاں جھُوٹی اَور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے۔" (اربعین نمبر۴) اَور

"جو شخص حَکَم ہوکر آیا ہے اُس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خُدا سے عِلم پاکر قبُول کرے اَور جس ڈھیر کو چاہے خُدا سے عِلم پاکر ردّ کردے۔" (تحفۂ گولڑویہ)

قرآن وحدیث کے مطالب کو بدل ڈالنے کے اِس خوُد ساختہ اِختیار کو مرزا صاحب نے مُسلمانوں سے ہر مسئلہ پر اختلاف کھڑا کرنے کے لیے اِستعمال کیا۔ وُہ نہ صرف اُمّتِ محمّدیہ کے مذہبی عقائد اَور دینی نظریات ہی سے الگ ہُوئے بلکہ اُس کی اکثر و بیشتر قومی اقدار اَور ملّی تقاضوں سے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔

اگر وُہ تمام مسائل یہاں بیان کیے جائیں جن میں مرزا صاحب نے اُمّتِ مُسلمہ سے اِختلاف کیا تو اُس کے لیے کئی جلدیں

سوال ۱۰۔ عقل، قانونِ قدرت، فطرت کہاں تک مُفید ہیں یا شریعت کے سامنے اِس قابل نہیں کہ اِن کا نام لیا جائے تعارضِ عقل و نقل کے وقت کونسی راہ اِختیار کی جائے؟

سوال ۱۱۔ تصحیحِ احادیث رُوات کو دیکھ کر آج کل ہم اَور آپ بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۲۔ تفسیر بالرّائے اَور متشابہات کے کیا معنی ہیں؟

اَور ایک سوال بعض احادیث مندرجہ شمسُ الہدایت کے اِستخراج کے متعلق تھا۔

حضرتؒ کے جوابات

خط کے پہنچتے ہی حضرتؒ نے جواب تو لکھوا دیا مگر عُلماء کے اِس مشورہ کے تحت روانہ نہ کیا کہ مبادا اِن کی اشاعت سے "شمسُ الہدایت" میں مندرجہ سوالات کے جواب سے ہی جواب مِل جائے۔ مگر جب ۲۴۔ اپریل کے اخبار الحکم قادیان" میں عدم جواب کا شکوہ شائع ہوا تو آپ نے وُہ جواب بھجوا دیا۔ جوابات کی شانِ دلالت اَور فریقِ مُخالف کے متحیّرانہ سکوت کا لُطف تو کچھ اُن کے مطالعہ ہی سے آسکتا ہے۔

خاتمہ جواب پر حضرتؒ نے تحریر فرمایا:۔

"مجھے بہ خیالِ شانِ آپ کے بہت افسوس ہے کہ جناب سے ایسے سوالات سرزد ہوں عصمتِ انبیاءؑ اَور عدمِ وقُوعِ خطا فی الامر التبلیغی میں تو تردد ہو مگر مرزا صاحب کی عِصمت اَور عدمِ امکانِ خطا فی التعبیر تک بھی متیقن بہ سُبحان اللہ، مولانا، آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے اُمّید کرتا ہُوں کہ تشریحِ حقیقتِ معجزہ سے ذرا آپ بھی ممنُون فرماویں گے۔ والسلام خیر ختام۔"

جب حضرتؒ کے جوابات نے مُلک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر عُلماء و فُضلاء سے تحریری و تقریری خراجِ تحسین حاصل کیا اَور عوام کی طرف سے "شمسُ الہدایت" کے جواب کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو مرزا صاحب نے جوش میں آکر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دی مگر اُس میں یہ نہیں کہا کہ آئیے، میرے جن عقائد اَور دعاوی سے آپ کو اَور تمام عالمِ اسلام کو اِختلاف ہے یعنی وفاتِ مسیح، میرا مثیلِ مسیح اَور مسیحِ موعُود ہونا، لامھدی اِلّا عیسٰی، میری ظلّی بُروزی بلکہ مُستقل نبوّت، میرے متعلق اِنکار پر مُسلمانوں کا خارج از اسلام ہونا اَور دجّالِ شخصی اَور جہادِ سیفی کی تردید وغیرہ کے متعلق میرے ساتھ مباحثہ کر لیں تاکہ حق واضح ہو جائے اَور میرے مِشن کی راہ میں جو رُکاوٹیں ہیں دُور ہو جائیں بلکہ اِس بات کی دعوت دی کہ آؤ میرے ساتھ عربی زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لو۔ مقامِ مناظرہ لاہور مقرر کیا اَور تین عُلماء بطور حَکَم نامزد کیے۔ دعوت نامہ ایک لمبے اِشتہار کی شکل میں شائع کیا۔

گولڑہ شریف میں مرزا صاحب کا یہ اِشتہارِ دعوت ۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء کو وصُول ہوا۔ اَور حضرت قبلہ عالم قدس سرّہٗ نے اُسی روز اِشتہار جوابِ دعوت بمع ضمیمہ مطبع اخبار "چودھویں صدی" راولپنڈی میں بھجوا کر اگلے ہی روز مُلک میں شائع کروا دیا۔ مرزا صاحب کی خواہش کے مُطابق پانچ ہزار کاپیاں چھپوائی گئیں۔ اُن میں سے ایک مرزا صاحب کو بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ اَور عُلمائے کرام مندرجہ اِشتہارِ دعوت کو اَور پنجاب و ہندوستان، صُوبہ سرحد اَور افغانستان کے بہت سے دیگر عُلماء و فُضلاء کو بھی دستی اَور بذریعہ ڈاک روانہ کر دی گئیں۔ تمام مُلک کے اخبارات میں بھی اِس دعوتِ مناظرہ اَور جوابِ دعوت کی اِطلاعات نشر کر دی گئیں جس سے ہر جگہ خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ حضرتؒ صاحب نے نہ صرف دعوت قبُول فرمائی بلکہ تحریری مناظرہ کے ساتھ ساتھ تقریری مناظرہ کی بھی دعوت دی۔

مرزا صاحب کے دعاوی کا اُمتِ مُسلمہ پر ردِ عمل

مُسلمان کا یہ ایمان ہے کہ وُہ ایک ازلی ابدی عالمگیر ملّتِ بیضا کا رُکن ہے، جس میں بے شمار انبیائے کرام مبعوث ہُوئے اور جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خُدا کے آخری نبی اور رسُول ہیں۔ اُن کے دین میں چار چیزیں حُجت ہیں۔ کتابُ اللہ، حدیثِ نبوی، اجتہادِ سلف اور اجماعِ اُمت۔ جو بات اِن چاروں کے میزان پر حق ثابت ہو اُن کے لیے وُہی حق ہے اور جو باطل ہو وُہ باطل۔ مرزا صاحب کی نبوّت اِس میزان پر حق ثابت نہیں ہوتی تھی اِس لیے اِسے ماننا مُسلمان کے لیے ممکن نہ تھا۔

مُسلمان کو یہ بھی معلوُم تھا کہ نبوّت ایک بہت ہی ارفع و اعلیٰ چیز ہے۔ اور محض چند پیش گوئیوں کی صداقت میزانِ ایمان نہیں ہو سکتی۔ نبوّت کا دعوٰے کر دینا آسان ہے مگر اُس کے معیار پر پُورا اُترنا آسان نہیں خصوصاً جب دعوٰے اُس فخرِ انبیاؑ کے برُوز ہونے کا ہو جس کی تعریف میں خُدا خُود رطب اللّسان ہے اور جس کے زُہد و اتقاء، ایثار و سخا، عبادات و مجاہدات، اہلِ خانہ اور عوام النّاس کے ساتھ حُسنِ سلُوک اور زندگی کے دیگر حسین پہلوؤں کا بیان ۱۴ سو سال سے بھی مکمل نہیں ہو سکا اُس ذاتِ عالی کے ساتھ مرزا صاحب کی زندگی کا موازنہ کرنا ہی گُستاخی ہے۔

اِس کے برعکس مرزا صاحب کا فرمان تھا کہ وحی اِلٰہی کا دروازہ ہمیشہ کھُلا ہے اور وُہ خُود خُدا کے رسُول اور نبی ہیں کتابُ اللہ کے وُہی معنی درُست ہیں جنھیں وُہ درُست کہیں۔ حدیثِ نبوی کے جس حصّہ کو وُہ چاہیں لے لیں اور جسے چاہیں رد کر دیں۔ اِجتہادِ سلف و خلف ختم ہے کیونکہ نبی (یعنی وُہ خوُد) آ گئے ہیں۔ اور اجماعِ اُمت کے نام کی بھی کوئی چیز نہیں رہی کیونکہ خُدا تعالٰی اُن سے کلام فرماتا ہے۔ اور اُنھیں اپنی کتاب کے صحیح مفہوم اور حدیث کے صحیح یا بناوٹی ہونے پر مطلع کرتا ہے۔ اِس حقیقت کے وُہ خود شاہد ہیں۔ اور جو شخص اُن کی شہادت پر ایمان نہیں رکھتا اور اُن سے بیعت نہیں کرتا وُہ خارج از اِسلام ہے۔

مرزا صاحب کے اِن فرمانوں کو مان لینے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُمتِ خیر الرُّسُل کا اپنا ایمان، اپنی ہستی اور اپنا وجُود بالکل ختم ہو جاتا۔ اُس کے علوُم و قوانین، مقدّس اقدار، تاریخی شخصیتیں، ثقافت اور اُس کا نظام و معاشرہ سب مِٹ جاتے۔ اُس کی عقیدت اور فکر کا مرکز یکسر بدل جاتا۔ جنابِ ختمی مرتبت تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و قیادت کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جاتی۔ قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تاویل، فقہ اور اجماع کا اِستدلال اور اِستنباط اُس نہج پر چل نکلتے جو اِسلامی روایت اور درایت اور اُمت کے احساسِ عمُومی کے خلاف ہی نہیں بلکہ اِنسانیت کے احساسِ عمُومی کے بھی برعکس ہوتا۔ نہ صرف یہ بلکہ اُمتِ اِسلامیہ اِس تحریکِ قادیانیت کی محسن برطانوی حکومت کے سمندِ ناز کی نخچیر بن کے رہ جاتی۔

مرزا صاحب کا دعوٰے اِس نوعیت کا تھا کہ اُس کا ساری اُمتِ مُسلمہ پر ایک شدید ردِ عمل ہونا لازمی تھا۔ تمام عُلمائے اِسلام اور اہلِ دانش اُس کی مخالفت میں متفق ہو گئے اور قادیانیت کے مقابلہ میں یکجان ہو کر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ اُنھوں نے اپنی تصانیف اور مواعظ کے ذریعے عامۃ المُسلمین کو اِس قدر باخبر کر دیا کہ قادیانیت کی تبلیغ اِس مُلک میں بالکل بے اثر ہو کر رہ گئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کو سرکارِ برطانیہ کی حفاظت اور سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو اُن کا حشر بھی وُہی ہوتا جو اُن سے قبل آنے والے ایسے ہی مدّعیان کا ہوا تھا۔ اِس سلسلہ میں سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاری اور اُن کی جماعتِ احرار، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

"سَیفِ چشتیائی"

مرزا صاحب نے مناظرہ سے فرار کے بعد "اعجاز المسیح" کے نام سے سُورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کی جب یہ تفسیر عربی دان طبقہ کے ہاتھوں میں پہنچی تو مرزا صاحب کے تفسیری کمالات سب کے سامنے آگئے۔ اور عربی دانی و عربی نویسی کے بلند بانگ دعاوی کی اصلیت سب پر روشن ہوگئی۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محرُوم، لغوی اَور نحوی اغلاط سے مملو اور مسروقہ عبارات سے پُر تھی۔

جب "اعجاز المسیح" کی تفسیر پر بھی خاطر خواہ نتائج مترتب نہ ہُوئے اَور مسلمانوں کے خطوط اور اشتہارات میں یہ تقاضا مزید زور پکڑ گیا کہ مرزا صاحب اِن لطائف الحیل کو چھوڑ کر حضرت پیر صاحبؒ کی کتاب "شمس الہدایت" کا جواب لکھنے کی طرف متوجہ ہوں تو انھوں نے اپنے معتقد مولوی محمد احسن امروہی کو جو تنخواہ میں تخفیف کے باعث ناراض ہو کر امروہہ چلے گئے تھے، واپس بُلوایا اَور کوئی ایک سال کے عرصہ میں اُن سے "شمس بازغہ" لکھوا کر شائع کرائی۔

"اعجاز المسیح" اَور "شمس بازغہ" کے جواب میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سَیفِ چشتیائی" تصنیف فرمائی جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہو کر برِصغیر کے عُلماء و مشائخ، دینی مدارس اَور مذہبی اداروں میں مُفت تقسیم کی گئی۔ اَور اِس وقت آپ کے سامنے ہے۔ اِس میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ نے مرزا صاحب کی اعجازی تفسیر سُورۃ فاتحہ موسُومہ "اعجاز المسیح" پر صرف و نحو، لُغت، بلاغت، معانی، منطق اَور محاورہ کی غلطیاں، نیز سرقہ، تحریف اَور التباس کے قریباً یکصد اعتراضات فرماتے ہیں۔

آپؒ نے مرزا صاحب کے اِس معجزانہ کلام میں صرف "مقاماتِ حریری" سے ہی بیس۲۰ مسروقہ عبارات کی نشاندہی فرمائی ہے جہاں مرزا صاحب نے حریری کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اَور "شمس بازغہ" کے صفحہ بہ صفحہ اندراجات کے علی الترتیب ایسے خاموش کُن اَور اَور مسکت جوابات دیئے کہ عُلمائے وقت میں امروہی صاحب کے علمی افلاس کا ڈھنڈورا پٹ گیا۔

حضرتؒ کی یہ تصنیف یعنی "سَیفِ چشتیائی" اپنے نادر استدلال، بلند پایہ علمی مضامین اَور مسئلہ زیرِ بحث پر سوال و جواب کے پیرایہ میں واضح اَور دل نشین انداز اَور تجزیہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی ہے۔ اَور آج نصف صدی گزرنے پر بھی بار بار طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ لی جا رہی ہے۔ بلند پایہ عُلماء کے طبقہ میں تو بالخصوص اِس کی بہت مانگ ہے اَور وُہی درحقیقت اِس کی صحیح قدر د منزلت بھی کر سکتے ہیں۔ چُنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر بیان القرآن میں آیت وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللهِ (سُورۃ نساء۔ آیت ۱۵۷) کے ذیل لکھتے ہیں۔ "اَور حیات و موتِ عیسوی کی بحث میں کتاب "سَیفِ چشتیائی" قابلِ مطالعہ ہے۔" اِسی طرح دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اپنی کتاب "عقیدۃ الاسلام فی حیوٰۃ عیسٰی علیہ السلام" کے دیباچہ میں "سَیفِ چشتیائی" کو مسئلہ حیاتِ مسیح پر ایک بہترین اَور کافی و دافی تحریر قرار دیا ہے۔

سَیفِ چشتیائی میں حضرت قبلۂ عالم قدس سرّہٗ نے ابنِ عساکر کی حدیثِ نزُولِ ابنِ مریمؑ روایت کردہ حضرت ابُوہریرہؓ درج فرما کر لکھا تھا کہ:۔

"اِسی حدیث کے آخر میں حاجًا اَو معتمرًا و لیقفنّ علی قبری و یسلمنّ علیّ ولاردنّ علیہ موجُود ہے اَور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منوّرہ زادھا اللہ شرفًا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اَور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔"

حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی طرف سے تقریری بحث کی دعوت نے اس ہونے والے مباحثہ کی قومی افادیت اور عوامی دلچسپی میں بے حد اضافہ کر دیا۔ مرزا صاحب کے چیلنج میں تو اس مقابلہ کی حیثیت کم و بیش انفرادی تھی جس میں دو فاضل مضمون نگار تفسیر نویسی اور عربی علم و ادب میں اپنی قابلیت کا مظاہرہ کر کے، بڑے چھوٹے ہونے کا فتویٰ حاصل کرتے۔ مگر حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی دعوت نے قادیانیت اور اسلام اور کفر و ایمان کی دس سالہ کشمکش کو براہِ راست بالمقابل کر کے تصفیہ اور قولِ فیصل کے مقام پر لا کھڑا کیا۔

مباحثہ کے ضمن میں مسلمانوں کا عظیم اجتماع

چنانچہ جب وعدہ کا دن قریب آیا تو ملک کے طول و عرض سے ہزارہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔ علماء، درویش، مشائخ اور ہر طبقہ و فرقہ کے مذہبی اُفتادِ طبع رکھنے والے مسلمان، شیعہ، سنی، اہلِ حدیث حتیٰ کہ قادیانی جماعت کے مرید، متفق، ہمدرد اور مائل بھی دور و نزدیک سے جمع ہو گئے۔ دہلی، سہارنپور، دیوبند، لدھیانہ، سیالکوٹ، گورداسپور، امرتسر، مظفر گڑھ، ملتان اور پشاور کے ہر عقیدہ کے اسلامی مدارس اور مراکز نے بھی جو پہلے سے ہی قادیانی مباحث میں دلچسپی لے رہے تھے، اپنے اپنے نمائندے بھیجے۔ بعض سرکاری ملازم بھی دور دراز شہروں سے رخصت لے کر پہنچ گئے۔ مسلمانانِ لاہور نے اپنی روایتی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ استقبالیہ کمیٹیاں بن گئیں۔ اور سرائیں، مسجدیں، مدرسے اور لوگوں کے گھر مہمانوں سے بھر گئے۔ قریبی اضلاع، قصبوں اور مضافات سے آنے والی ریل گاڑیاں وغیرہ سواریوں سے بھری ہوئی پہنچنے لگیں۔ اور لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے ٹھٹھ سے میلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اُن دنوں ویسے بھی لوگ مذہبی جلسوں اور مباحثوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن اس خاص موقع پر تو ہجومِ خلائق کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ جیسی مشہورِ زمانہ روحانی تقدس اور علمی احترام شہرت رکھنے والی شخصیت پہلی بار، اسلام پر قادیانیت کے خطرناک حملوں کے دفاع میں علمائے دین کی اس قدر بڑی اور فقید المثال تعداد کے ساتھ میدانِ مناظرہ و مباحثہ میں تشریف فرما ہو رہی تھی۔ اور تمام موافق، متردد یا مخالف حضرات اپنی آنکھوں سے بیسویں صدی کی اس سب سے بڑی اشتہاری تحریک کا حشر دیکھنا چاہتے تھے۔

مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا تھا اس لیے مورخہ ۲۵۔ اگست کو پولیس نے وہیں حفظِ امن کے انتظامات کر رکھے تھے۔ ۲۵ اور ۲۶ کو دونوں اطراف کے نمائندے اور عوام مسجد میں جمع ہو ہو کر منتشر ہوتے رہے اور قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا رہا کہ شرائط کے طے ہونے میں توقف ہو رہا ہے۔ مگر مرزا صاحب ضرور آئیں گے۔ لیکن مرزا صاحب کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔ مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں کسی قیمت پر بھی لاہور آنے کو تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعوئے نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرانا چاہتے ہیں۔

جب مرزا صاحب کی آمد سے قطعاً مایوسی ہو گئی تو ۲۷۔ اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں علمائے کرام نے اس دعوتِ مناظرہ کی مکمل داستان بیان کر کے قادیانیت کی واضح تصویر لوگوں کے سامنے رکھ دی۔ تمام اسلامی فرقوں کے سرکردہ علماء نے منبر پر کھڑے ہو کر ختمِ نبوت کی یہ تفسیر بیان کی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس دنیا میں آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ اور جو شخص بھی اس عقیدہ کا منکر ہے دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

قابلِ توجّہ اہلِ اسلام

اِس ہیچمدان خوشہ چین عُلمائے کرام کو مُطابق قول اَلسَّلَامَۃُ فِی الْوُحْدَۃِ گوشہ نشینی پسند رہی ہے تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ اُمور یا تو بغرضِ شہرت و نام آوری یا بغرضِ حصُولِ دولت کیے جاتے ہیں سو اِس خاکسار کو اِن دونوں اُمور سے نفرت ہے۔ آج کل کے ابنائے زمان اُن کمالات کو پسند کرتے ہیں جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں، اَور جن سے یہ عاجز ناواقف ہے۔ اَور اُس طرزِ قدیم سے جس پر زمانہ سلف کے بزرگانِ دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں، اَور جس سے اِس ہیچمدان کو قدرے مواَنست ہے، کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔ باوجود اِن موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ "شمسُ الہدایت" لکھا گیا تھا جس سے مُراد نہ تو طلبِ شہرت تھی اَور نہ حصُولِ دولت بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلاءِ کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اَور قیامت میں بازپُرس سے بچ جاؤں۔ اَور اگر اِن اَوراق کی تصنیف سے گم کردہ راہ، رُو براہ آجائیں یا متزلزل الاعتقاد و گمراہ ہونے سے بچ جاویں، تو عند اللہ مستحقِ ثواب ٹھہرُوں۔ اِس رسالہ کے شائع ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد مرزا صاحب قادیانی اَور اُس کے مُریدوں کی طرف سے، بجائے کسی جواب کے مباحثہ کے لیے اِشتہار شائع ہونا شرُوع ہُوئے۔ ہرچند مباحثہ کے لیے کُل شرائط مرزا قادیانی نے خُود ہی تجویز کی تھیں۔ اِس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہُوئی اَور نہ کسی شرط کی ترمیم کی درخواست کی گئی۔ اَور یہ خادم الفقراء مع عُلمائے کرام و مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمڈن ہال انجمن اِسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرضِ انتظار مرزا صاحب قادیانی کے ٹھہرا رہا مگر مرزائے قادیانی قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اِس تمام واقعہ کی عوام نے بلا میری اِطلاع کے تشہیر بھی کر دی تھی اِس لیے اَب اِس کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اِس کے بہت دیر بعد جب شمسُ الہدایت کے جواب میں مرزا قادیانی کے اِک ہی مُرید نے شمسِ بازغہ لکھا۔ اَور مرزا صاحب نے تفسیر فاتحہ چھپوائی تو دوبارہ اہلِ اِسلام اَور میرے احباب نے مجھے مجبُور کیا کہ اِن کے جواب میں قلم اُٹھاؤں۔ گو مَیں نے بہت اِنکار کیا اَور کہا کہ ؎

آں کس کہ بعشق آں وخبر زو نرہی   آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

لیکن پھر خیال کیا کہ مرزا قادیانی اَور اُس کے مُریدوں سے ہمیں کیا غرض۔ عوام مُسلمانانِ ہند و پنجاب کے فائدے کے لیے ہی لکھنا چاہیئے۔ لہٰذا مجبُوراً یہ اَوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرضِ اشاعت کر دیئے کہ وُہ اِسے کتاب کی صُورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں۔ تاکہ یہ علماءِ کرام و معززینِ اِسلام میں بدستورِ سابق مُفت تقسیم کی جائے۔ کیونکہ مجھے اِس کی اشاعت سے مقصود نفع اہلِ اِسلام ہے نہ کہ تجارت۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ؕ (یٰسٓ - ۱۷)

مُحِبُّ الْفُقَرَاء

مہر علی شاہ عفی عنہ

۱؎ یہاں بادشاہی مسجد لاہور کے جلسے کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں مجملہ عُلمائے کرام و صُوفیائے عظام نے مرزا کو مُخاطب کرنے سے منع فرمایا تھا۔ ۱۲ منہ

چنانچہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ تو حج نصیب ہوا اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری ہی، جو اس حدیث کی رُو سے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام یعنی مسیح موعود کے لیے ایک نہایت ہی ضروری نشان ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد حج بھی ادا کریں گے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام بھی عرض کریں گے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں قبر مبارک سے سلام کا جواب بھی دیں گے۔ (اختتام اقتباسات از مہر منیر)

چونکہ سیفِ چشتیائی سے متعلقہ واقعات آج سے قریباً ایک صدی قبل ظہور میں آئے تھے اس لیے موجودہ قارئین کی سہولت کے لیے حضرت سیدنا مہر علی شاہ صاحبؒ کی سوانح حیات "مہر منیر" سے مندرجہ بالا اقتباسات یہاں اس زیرِ نظر ایڈیشن میں شامل کر دیئے گئے ہیں تاکہ اُن واقعات کا پس منظر سامنے آجائے۔ قارئین کی مزید سہولت کے لیے عربی عبارتوں کا ترجمہ اور فہرستِ مطالب کا بھی اس ایڈیشن میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا مہر علی شاہ صاحبؒ اور مرزائے قادیانی کے مجوزہ مباحثۂ لاہور جس کا ذکر اسی پیش لفظ کے صفحہ "ز" پر آچکا ہے، سے متعلقہ بعض خطوط اور اشتہارات بھی "سیفِ چشتیائی" کے دوسرے ایڈیشن کے آخر میں افادۂ عام کے لیے درج کر دیئے گئے تھے۔ چونکہ ان سب کا ذکر اب حضرتؒ کی سوانح حیات "مہر منیر" کے باب پنجم کی پانچویں فصل میں تفصیلاً کیا جا چکا ہے اس لیے اُن کا یہاں اعادہ ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اسی طرح مولانا محمد غازی صاحبؒ مقیم دربار گولڑا شریف نے اپنی طرف سے ایک اشتہار بعنوان "وہابی کا معنی کیا ہے؟" غیر مقلدین وہابیہ کی تردید میں اپنی تالیف "عجالہ بردو سالہ" کے ساتھ ایک مختصر پمفلٹ میں بطور ضمیمہ شائع کیا تھا۔ جسے بعد ازاں "سیفِ چشتیائی" کے دوسرے ایڈیشن میں بھی کسی خاص وجہ سے درج کر دیا گیا تھا۔ اس اشتہار کو آئندہ "عجالہ بردو سالہ" کے آخر میں ہی درج کرنے پر اکتفا مناسب سمجھی گئی ہے کیونکہ نہ تو اس کا "سیفِ چشتیائی" کے نفسِ مضمون سے کوئی تعلق تھا اور نہ ہی کتاب کے قلمی مسودہ میں اس کا کوئی ذکر ہے۔ کتاب ہذا کے صفحہ ۱۸ سطرہ ۲ میں مرزائے قادیانی کے علاوہ اُنہی مشہور مدعیانِ نبوت کے ناموں پر اکتفا کی گئی ہے جن کا تذکرہ "سیفِ چشتیائی" کے اصل قلمی مسودہ میں اور دیگر اکابر علماءِ اہلِ سنت کی کتابوں "بہارِ شریعت" وغیرہ میں ہے۔

جیسا کہ قارئین دیکھیں گے کتاب ہذا مناظرانہ طرز میں تحریر کی گئی ہے۔ چونکہ فریقِ مخالف نے اپنے اعتراضات علم و فن کے رنگ میں پیش کیے تھے۔ لہٰذا اُن کا جواب بھی اُسی رنگ میں پیش کرنا ضروری تھا۔ ہندوستان کے مشہور مفتی اور عالم اور ریاست رام پور کے مدرسۂ عالیہ کے پرنسپل مولینا فضل حق رام پوری نے ایک سال اجمیر شریف میں عرس کے موقع پر حضرت بابوجی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کی اس تصنیف کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:-

"یوں تو حضرتؒ کے کمالات بہت بیان ہوتے ہیں لیکن میں تو اُس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے "سیفِ چشتیائی" ظہور میں آئی ہے۔"

کتاب ہذا میں اصطلاحی الفاظ اور فنی مباحث کا مکمل فہم فقط ماہرین علمائے کرام ہی کر سکتے ہیں حضرت قبلۂ عالم قدس سرہٗ کے مکتوبات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کی اس نادر تصنیف نے علمائے عصر سے بے حد خراجِ تحسین وصول کیا۔ دعا ہے کہ قارئین کے لیے حضرتؒ کی اس تصنیفِ لطیف کا مطالعہ باعثِ تقویتِ ایمان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کی طباعت کے کارِ خیر میں حصہ لینے والے سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جمادی الآخر ۱۴۰۲ھ
مارچ ۱۹۸۲ء

محمد حیات خان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔
اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ○ (النساء۔ ۸۲)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْۤا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (ص۔ ۲۹)

ارشادِ الٰہی ہے۔
کیا وُہ قرآن میں تدبّر نہیں کرتے۔ اگر وُہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

نیز فرمایا۔ یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ اس کے آیات میں غور و فکر کریں۔ اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

وقال تعالٰی۔ "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔" (محمّد۔ ۲۴)

وقال صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم الّا وانی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ۔

فعلمهما من اهم ما تشدّ رحال القصد الیه و اعظم ما تناخ مطایا الطلب لدیه ومن اوکد ما لاجله ترکب الخوادی والعوادی الی العمرانات والبوادی ومن اشد ما یحتدی لدفع معرّة العوادی من الاهاضیب النوادی "کما قال عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنه والّذی لا اله غیره ما نزلت اٰیة من کتاب اللّٰہ الا وانا اعلم فیمن نزلتْ واین نزلت ولو اعلم احدًا اعلم بکتاب اللّٰہ منی تناله المطایا لاتیته۔"

فالواجب علینا معشر المسلمین تعلمهما ممن هو اهل لذالك ویقدم تفسیر القرآن بالقرآن علی حسب اللغة العربیة وعلی طبق ما فسّره رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم۔

نیز فرمایا۔ کیا پس وُہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ لوگو! آگاہ رہو۔ میں قرآن اور اُس کے ساتھ اُسی کے مانند (سُنّت) دیا گیا ہُوں۔
پس کتاب و سُنّت کا علم اُن اہم ترین مقاصد سے ہے جن کی طرف مقصد کے سامان باندھے جاتے ہیں۔ اور ان عظیم ترین مطالب سے ہے جہاں طلب کی سواریاں بٹھائی جاتی ہیں اور اُن مؤکد ترین اُمور سے ہے جن کے لیے اُونٹوں اور گھوڑوں پر آبادیوں اور جنگلوں میں سفر طے کیا جاتا ہے۔ اور ان مضبوط ترین بلند پہاڑی چوٹیوں سے ہے جہاں پر ڈاکوؤں کا فتنہ و فساد دفع کرنے کے لیے قیام کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ "اُس خُدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبُود نہیں کتاب اللہ کی کوئی آیت نہیں اُتری مگر میں اس کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہُوں کہ کس کے بارے نازل ہُوئی اور کہاں نازل ہُوئی اور اگر میں یہ جانتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے جسے سفر اور سواری کے ذریعہ پایا جا سکتا ہے تو ضرور اس کے پاس حاضر ہوتا۔"
لہٰذا ہم جماعت اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ کتاب و سُنّت کا علم اُن اشخاص سے حاصل کریں جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ پس سب سے مقدم قرآن کی وُہ تفسیر ہوگی جو خُود قرآن سے حسبِ لُغتِ عربیہ حضُور نبی کریم علیہ السّلام کی تفسیر کے مُطابق ہو۔

دُوسرا سوال جواب طلب

اگر صرف مقام فنا فی الرسول ہی کا قادیانی کو رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبرؓ نے جس کی شان میں لوکنت متخذ اًخلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً فرمایا گیا۔ اور ایسا ہی عمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمانؓ نے باوجود کمالِ اتباعِ صُوری و معنوی کے اور علی مرتضےٰؓ نے باوجود بشارت انت منی بمنزلة ھارون من موسٰی کے اور سیدا شباب اہل الجنۃ حسنینؓ[1] نے جن کا مجموعہ بعینہٖ جمالِ باکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آئینہ تھا رسُول اور نبی کہلوانے پر جرأت نہ کی۔ اور ہزارہا اہل اللہ جن کے فانی فی الرسُول ہونے پر اُن کے سایہ کا گم ہوجانا بھی شہادت دیتا تھا کسی نے نبی اور رسُول نہیں کہلوایا۔ قطبُ الاقطاب سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ عنہ مکالماتِ الٰہیہ میں سے کسی مکالمہ میں باوجود شان (خضنا بحرًا لم یقف علی ساحلہ الانبیآء)[2] کے یعنی فیناف النبی الامی الذی ھو کالبحر فی السخاء (نبی) اور (رسُول) کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہ سب تو اِسی قاعدہ مسلّمہ میں محدُود رہے کہ الولی لایبلغ درجۃ النبی اور قادیانی صاحب باوجود اوصاف منافرہ عن مقام الفنا کے نبوت تک پہنچ گئے۔ بلکہ اُلوہیت مستقلہ متقابلہ لالوہیۃ الباری عزّ اسمہٗ بھی العیاذ باللہ حاصل کرلی۔ چنانچہ اپنی تالیف کتاب البریہ کے صفحہ ۷۹، سطر ۱۴ پر لکھتے ہیں کہ "اور اس حالت میں مَیں یُوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صُورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر مَیں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہُوں۔ پھر مَیں نے آسمانِ دُنیا کو پیدا کیا اور کہا اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ پھر میں نے کہا اب ہم اِنسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے اِلہام کی طرف منتقل ہوگئی۔ الخ۔ اس عبارت مسطُورہ میں ہم ناظرین کی صرف اِسی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وُہ آسمانِ دُنیا جس کو قادیانی صاحب نے پیدا کیا ہے۔ وُہ کہاں ہے اگر کہیں رکھا ہے تو پتہ تبلادیں۔ ورنہ یہ کشف اپنی غیر واقعی اور محض از قبیلِ اضغاث احلام ہونے پر صاف شہادت دے رہا ہے۔ کیا ایسے ہی مکاشفات و اِلہاماتِ غیر واقعیہ قادیانی صاحب کی نبوت و رسالت کی چھت کے لیے شہتیر بن سکتے ہیں؟ ہاں بدیں وجہ ہو سکتے ہیں کہ خیالی چھت کی شہتیریں بھی خیالی ہونی چاہئیں۔

---

[1] حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن علی وانا ابن النبی وانا ابن الوصی وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج المنیر وانا من اھل البیت الذی کان جبرائیل ینزل الینا ویصعد من عندنا وانا من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذی افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم فقال تبارک وتعالیٰ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا فاقتراف الحسنۃ مودتنا اھل البیت۔ (ازالۃ الخفاء)

[2] "یعنی ہم ایسے سمندر میں غوطہ زن ہُوئے جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام نہ ٹھیرے"۔ سمندر سے مُراد حضُور علیہ السلام کی ذات ہے جو سخاوت میں سمندر کی طرح ہے اور غوطہ زنی سے مُراد فناء کامل ہے جو بوجہ کمالِ اتباع نصیب ہوتی ہے۔ ۱۲۔ فیض

خُطبہ بزبانِ عربی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ الذی ارسل رسلہ مبشرین و منذرین وختمھم بمن انزل فیہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ نزل علیہ قرآناً عربیاً غیرذی عوج بابھر ایات واظھر حجج لواجتمعت الانس والجن علی ان یّأتوا بمثل ھذا القرآن لعجزوا عن الاتیان بمثل اقصر سورۃ منہ مع الخذلان واشھد ان لا الٰہ الا ھو الٰہ العٰلمین واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ وحبیبہ وخلیلہ خاتم النبیین علیہ وعلٰی اٰلہ من الصلوٰۃ اسناھا عدد علمہ ومن التسلیمات ازکٰھا ملأ حلمہ وعلی صحبہ الذین اٰووہ ونصروہ والذین اتبعوھم باحسان الٰی یوم الدین سیما مجددی دینہ المتین الھازمین للمتنبی القادیانی فالقاطعین عن ملتہ الوتین اللّٰھم انصر من نصر دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا تجعل مثلنا مثل الذین قلت فیھم۔

ترجمہ:

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے
سب حمد وثنا اُس خُدائے پاک کے لیے ہے جس نے اپنے رُسلِ کرام علیہم السلام کو بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور اُن کے آخر میں اس ذاتِ گرامی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا "مگر وُہ اللہ کے رسُول اور خاتم النّبیین ہیں" اور آپ پر ہر کجی سے پاک وُہ عربی قرآن نازل فرمایا جس میں روشن ترین آیات اور قوی ترین دلائل ہیں۔ اگر سب جن وانس اِس قرآن کی مثل لانے پر اِکٹھے ہو جائیں تو اس کی چھوٹی سی سورت کی بھی مثل لانے سے ذِلت کے ساتھ عاجز ہو جائیں گے اور گواہی دیتا ہُوں کہ عبادت وپرستش کے لائق فقط خُدا ہی ہے جو سب جہانوں کا معبُودِ برحق ہے اور گواہی دیتا ہُوں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے عبد ورسُول حبیب وخلیل اور خاتم النّبیین ہیں۔ آپ اور آپ کی آلِ کرام اور اصحابِ عظام پر جنھوں نے آپ کی نصرت وحمایت کی اور اُن کے تا قیامت مخلص تابعداروں پر بعددِ علمِ الٰہی اعلیٰ ترین صلوات وبعددِ حلمِ الٰہی پاکیزہ ترین تسلیمات ہوں خصُوصاً اُن لوگوں پر جو آپ کے دینِ محکم کے مجدّد[1] ہیں۔ اور جو مدعیِ نبوت قادیانی کو شکست دے کر اس کی ملت کی شہ رگ کاٹنے والے ہیں۔ اے خُداوند اُن کی نصرت ومدد فرما جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدد کریں اور ہمیں انھی

---

[1] یہ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایسی ہستیاں پیدا فرماتا رہے گا جو آپ کے دین کے مجدد ہوں گے۔ یعنی تحریف وتبدیل کرنے والے گمراہوں سے دین کی حفاظت کریں گے۔ جیسا کہ قادیانی کے مقابلے میں حضرات علمائے اُمت نے اپنا فرض ادا کیا۔ فیض

قولہٗ :- پھر قادیانی صاحب اِسی اِشتہار کے صفحہ ۱ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں "۔ اَور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لُغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خُدا کی طرف سے اِطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے، نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا ۔ اَور نبی کا رسُول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وُہ رسُول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو مِل نہیں سکتی ۔ اَور یہ آیت روکتی ہے ۔ لَا یُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ اَب اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد اِن معنوں کے رُو سے نبی سے اِنکار کیا جائے تو اِس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ اُمّت مکالمات و مخاطباتِ الٰہیہ سے بے نصیب ہے ۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے ۔ بالضرورت اُس پر مُطابق آیتہ لَا یُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا ۔ اِسی طرح جو خُدائے تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اُسی کو ہم رسُول کہیں گے "۔

اقول :- سُبحان اللہ اُدھر تو عربیت اَور بلاغت فصاحت میں یکتائی اَور اعجاز کا دعوٰی ہے اَور اِدھر یہ کہ نبی کا معنی لُغت کی رُو سے خُدا کی طرف سے اِطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا " نہیں صاحب نبی کا معنے لُغت کی رُو سے تو مُطلق خبر دینے والا ہے ۔ دیدہ سے ہو یا شنیدہ سے ۔ اَور نیز بذریعہ نجوم ۔ جفر ۔ رمل ۔ کہانت کے ہو یا بوساطت وحی کے ۔ اَور اِصطلاحِ شرعی میں خُدا کی طرف سے اِطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا جس کو خود بھی قطعی علم ہو اَور دُوسروں پر بھی ایمان اِس کے ساتھ لازم و فرض ہو ۔ ایسے شخص کو اَز رُوئے شرع کے نبی و رسُول کہا جاتا ہے اَور ایسی نبوّت و رسالت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کسی کو نہیں مِل سکتی ۔ جن کو پہلے مِل چُکی ہے اُنہی کے لیے ہے ۔ اَور اُن کی نبوّت گو کہ دائمی ہے مگر خاتم النّبیّین کو منافی نہیں ۔ کیونکہ آپؐ سے پہلے اُن کو مِل چُکی تھی ۔ بخلاف نبوّتِ قادیانی کے جو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اِس کے حاصِل کرنے کا مدعی ہے ۔ لہٰذا خاتم النّبیّین کے منافی ہے ۔ دُوسرا مکالمات و مخاطبات اُمّتِ مرحُومہ میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بند نہیں کیے گئے ۔ مگر وُہ اِس درجہ کو نہیں پہنچتے کہ ان کی ظنّیت یا قطعیّت حُجّت علی الغیر ہو ۔ بعد خبر دینے اُن کے اگر کوئی اِنکار کرے تو اِس کو شرعاً کافر نہیں کہا جاتا ۔ گو کہ فی الواقع ظہُور میں بھی اس کی خبر دینے کے مُطابق ہو جاوے ۔ بنا بر آں انبیا علیہم السّلام کی اخبار بالمغیبات کے ساتھ ضروری طور پر قبل اَز وقُوع تصدیق کرنی ہوگی جس کو ایمانِ شرعی کہا جاتا ہے اَور ان کے اِنکار کو کفرِ شرعی ، بخلاف اخبارات اَولیاء اللہ کے کہ ان کی تصدیق کو ایمان نہیں کہا جاتا ۔ اَور نہ اُن کے اِنکار کو کفر ۔ آیتہ مذکورہ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ایں مُراد اظہار علی الغیب سے اِطلاع دہی علی سبیل القطعیت ہے ۔ اَور یہی اِطلاع مخصُوص بالانبیاء والرُّسل ہے یعنی انہی کی وحی و الہام کو قطعیت اَور الزام علی الغیر کا اِستحقاق ہے ۔ غیر انبیاء و رُسل علیہمُ الصّلوٰۃ والسّلام کی اِطلاع ظنّی طور پر ہوگی یا قطعی غیر متعدی یعنی ولی کو اگرچہ بسبب تکرارِ الہام و کثرتِ تجربہ کے فی نفسہٖ علمِ قطعی بھی حاصِل ہو مگر الزام علی الغیر کا مُستحق نہ ہوگا ۔ تاکہ اس کے ساتھ تصدیق کرنے کو ایمان کہا جائے اَور اس سے اِنکار کرنے کو کفر ۔ اِذ معلوم ہو کہ آیت میں چونکہ اظہار الشخص علی الغیب کی نفی ماسوائے رسُول سے کی گئی جس کا مفاد علم قطعی ہے ۔ اَور رسُول کے لیے اثبات ، لہٰذا غیر انبیاء سے مطلق علم بالغیب کی نفی نہ ہُوئی بلکہ صِرف علمِ قطعی کی ۔ ہاں اگر اظہار الغیب علی الشخص کی نفی ہوتی جس کا مفاد علمِ ظنّی ہے تو معتزلہ کا اِستدلال بآیتِ مذکورہ نفی اِطلاع الاولیاء علی الغیب پر صحیح ہو سکتا تھا ۔ اَور ایسا ہی نقض باخبار رمّال و جفّار و کاہن و رؤیا وارد ہوتا کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ بار ہا رملی ۔ جفری ۔ کاہن کی خبر اَور خواب دیکھنے والے کی خواب سچی نکلتی ہے ۔

آیتہ مذکورہ کا مطلب یہ ہُوا کہ علمِ قطعی بحدّے کہ حُجّت علی الغیر ہو بغیر رسُول کے کسی کو نہیں دیا جاتا ۔ رہا علمِ ظنّی یا قطعی جس کی قطعیت حجّت علی الغیر نہیں ہو سکتی ۔ سو وُہ ولی کو فنافی الرسُول ہونے کے رُو سے اَور رمّال و جفّار وغیرہ کو اپنے اپنے فنُون کے ذریعہ سے حاصِل ہو سکتا ہے اَور قبل اَز وقُوع ان کے ساتھ تصدیق کرنے کے ہم مکلّف بھی نہیں ۔ اَور آیتہ مذکورہ ایسے علُوم کو غیر انبیاء کرام سے نفی نہیں کرتی تاکہ نقض

جاننا چاہیئے کہ ولی کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔ جیسا کہ تصدیق بولایت کو ایمان نہیں کہتے۔ ورنہ آمنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ واولیائہ الخ ایمانی طور پر ہر مومن کو ماننا لازم ہوتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ مَیں ظلی طور پر نبی و رسول ہُوں اور میرا ماننا ہر مسلمان پر ضروری ہے" اس کو ایک تمثیلِ عام فہم کے پیرایہ میں سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً زید کہتا ہے کہ میں فقیر مسکین ہُوں اور میرا نافرمان مستوجب سزا ہے۔ قید کیا جاوے گا۔ کیا زید کو بسبب دُوسرے فقرہ دعویٰ کے مدعی سلطنت وحکومت کا خیال نہ کیا جاوے گا۔ اہلِ عقل پر ظاہر ہے کہ زید فی الحقیقت قولِ مذکور سے بادشاہی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور (میں فقیر مسکین ہُوں) کے فقرہ کو سپر بنا رکھا ہے۔ ایسا ہی قادیانی بھی فنا فی الرسول اور برُوز اور ظلیت کی آڑ میں مطاعن سے بچنا چاہتا ہے۔ اور فی الواقع مطلب اس کا دُوسرے فقرہ سے متعلق ہے۔ جو خاصہ لازمہ انبیاء کے لیے سمجھا گیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قادیانی نے اپنے چیلوں کو اپنے غیر معتقدین کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور ایسا ہی ناطہ وغیرہ سے بھی۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ اس نے اپنے منکرین کو کافر سمجھا ہوا ہے۔ حالانکہ حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی قدس سرۂ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ میں فلاں شخص کو (جس کا نام اَب میں بھُول گیا ہُوں اور جو فتوحات میں مندرج ہے) مبغوض اور بُرا سمجھتا تھا بسبب اس کے کہ وُہ میرے شیخ ابُو مدین مغربی قدس سرۂ کو نہیں مانتا تھا۔ پس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو کس لیے تو بُرا جانتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وُہ ابُو مدین مغربی کا منکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وُہ توحید اور میری رسالت کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا؟ شیخ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سویرے جا کر اس شخص کو کچھ دے کر بڑی عجز ومنت سے خوش کیا۔ (اس وقت فتوحات کا اتنا ہی مضمون خیال میں ہے۔ شاید کم و بیش ہو۔ واللہ اعلم)

بڑی افسوس کی حالت ہے کہ ابُو مدین جیسے ولی کامل سے منکر ہونا تو بعد الایمان باللہ ورسولہ کے مُوجب بُغض وکراہت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ محی الدین ابنِ عربی جیسے شخص کو اس پر ناخوش ہونے کے باعث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ فرماتے ہیں۔ اور قادیانی صاحب کے منکرین باوجود ایمان باللہ ورسولہ کے کافر سمجھے جا رہے ہیں۔

ناظرینِ خدا را انصاف! اگر یہ نبوتِ مستقلہ کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے۔ مُسلمانو! بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب نبی اور رسُول کا کسی مُسلمان کے لیے شرعی نظر سے جائز نہیں نہ اصلی اور نہ ظلی۔ اگر ظلی طور پر یہ لقب متبع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنا فی الرسول کا مقام مجوّز اس کا ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق مہاجرین و انصار تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کا ذکرِ خیر کتاب وسُنت میں موجود ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید کے سُورہ فتح میں اصحابِ کرام علیہم الرضوان کو صرف وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ط (سُورت فتح۔ ۲۹) سے یاد فرمایا۔ اور رسالت کا لقب خاص سرورِ عالم وسید ولد آدم ہی کے لیے رکھا۔ کما قال عز من قائل۔ محمد رسول اللہ۔ باوجودیکہ صحابہ عظام علیہم الرضوان کو اس سفر میں حدیبیہ سے واپس ہونے کے باعث اور دخولِ مکہ سے مُشرکین کی رُکاوٹ کے سبب سے اپنی ناکامی کا سخت رنج و ملال تھا جس کے رفع کرنے کے لیے انہیں اس آیت میں ان القاب سے اطمینان دیا گیا۔ یعنی مَعَهٗٓ اور اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور رُكَّعًا سُجَّدًا۔ پس نظر بمقتضائے مقام ان کی اطمینان دہی اور دفعِ ملالت اعلیٰ لقب سے ضروری تھی جن کے اُوپر اور کوئی لقب متصور نہ ہو یعنی "نبوت و رسالت" جس کے اُوپر صرف الُوہیت ہی رہ جاتی ہے۔ تو بجائے اُوصافِ مذکورہ فی الآیۃ کے "والذین معہ انبیآء ورسل" ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے اہلِ انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "نبی" اور "رسُول" کا لقب ظلی طور پر بھی کسی کا استحقاق نہیں۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرام میں سے خُلفاء اربعہؓ

سوال

قادیانی صاحب مع امروہی صاحب وغیرہ کے احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا اِنکار نہیں کرتے بلکہ بعد التسلیم ان کو ماؤل ٹھہراتے ہیں یعنی مسیح بن مریم یا عیسیٰ بن مریم سے مُراد قادیانی ہے۔ بعلاقۃ مماثلۃ۔

جواب.

تاویل بغیر قرینہ صارفہ عن المعنیٰ الحقیقی کے تحریف ہوتی ہے خصوصاً جب کہ قرائن مانعہ عن التاویل بھی موجود ہوں کیونکہ ایسے تصریحات دربارہ نزول اسی مسیح بن مریم بعینہٖ نہ بشبیلہٖ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے موجود ہیں جن میں کسی طرح تاویل ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ دیکھو علامہ سیوطی کی تفسیر درِّ منثور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ محقق ہے یہ بات کہ عیسٰی نہیں مرا۔ اور یہ بھی محقق ہے کہ وُہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دِن سے پہلے اب یہ پیشین گوئی کیسے صریح طور پر صاف صاف لفظوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمادی ہے۔ جس میں مومن کو کسی طرح کا وسوسہ اور شک نہیں مگر افسوس کہ بحکم ؏

اے تیزیٔ طبع تُو برمن بلا شُدی

امروہی صاحب یہاں بھی وار کیے بغیر نہیں تھمے۔ فرماتے ہیں کہ (لم یمت) کا مطلب ہے کہ حضرت عیسٰی سُولی پر نہیں مرے دیکھو شمس بازغہ صفحہ ۷ سطر ۱۰ معلوم نہیں اس تحریف نے آپ کو کیا فائدہ بخشا اور یہ خیال نہیں کیا کہ مابعد کا فقرہ وانہ راجعٌ الیکم کیا کہہ رہا ہے۔ یہ تو اُسی عیسٰی کو جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دُنیا میں لاتا ہے۔ آپ کے قادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہیں۔

سوال

ممکن ہے کہ راجعٌ سے مُراد عیسٰی کا رجُوع بُروزی طور پر بصُورتِ قادیانی ہو۔

جواب

مرزا جی چونکہ برُوزِ عیسوی اور برُوزِ محمدیؐ دونوں کے مدّعی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم عیسوی رجُوع بصُورت قادیانی سے تو احادیثِ متواترہ میں خبر دیتے ہیں اور اپنے رجُوع برُوزی یعنی دوبارہ دُنیا میں بصُورتِ قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ رجُوع برُوزی مُراد نہیں بلکہ رجُوع بعینہٖ۔ اور نیز برُوز سے مُراد اگر یہ ہے کہ رُوحِ قادیانی رُوحِ عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے تو یہ اِستفاضہ قادیانی کے بغیر بہتیرے لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ چُنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عیسٰی ابنِ مریم ہمارا پہلا شیخ ہے۔ اُس کے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور ہمارے حال پر اُن کی بڑی عنایت ہے۔

نہیں کہا گیا اَور نہ ان کے سبب سے ان کو (نبی) کہلوانے پر جُرأت ہُوئی۔ بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات و اخبارات اَور بیانِ حقائق و معارفِ قرآنیہ کے باعث سے لوگ ہم کو نبی اَور موحی الیہ سمجھیں گے۔ تو جھٹ ان کے غیر واقعی خیال کا ازالہ فرمایا اَور تنبیہاً کلمہ (الا) کے ساتھ کہا کہ الا وانی لست نبی ولا یوحی الی۔

قولہٗ:۔ آج قادیانی صاحب اِسی اِشتہار کے اِسی صفحہ ۱۳ کی سطر ۲۶ پر لکھتے ہیں:"اَور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہُوں اَیسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خُدا کے اس کھُلے کھُلے وحی پر ایمان لاتا ہُوں جو مجھے ہُوئی۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھُل گئی ہے۔ اَور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہُوں کہ وُہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وُہ اُسی خُدا کا کلام ہے جس نے حضرت مُوسیٰؑ اَور حضرت عیسیٰؑ اَور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لیے زمین نے بھی گواہی دی اَور آسمان نے بھی"۔

اقول:۔ آپ کی صداقت اَور حلفی بیان کو آپ کا کشف و الہام و وحی ظاہر کر رہا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ سطر ۱۳ پر آپ لکھتے ہیں:۔ اِس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وُہ اِلہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہی ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحُوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اَور پڑھتے پڑھتے اُنہوں نے اِن فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریباً من القادیان۔ تو میں نے سُن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب اُنہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی اِلہامی عبارت لکھی ہُوئی موجود ہے۔ تب میں نے دِل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے" الخ"

بہ نسبت اِس اِلہام کے گذارش ہے کہ یا تو انا انزلناہ قریباً من القادیان کو قرآن شریف میں دکھلائیں اَور یا اس کشف کے غیر واقعی ہونے کا اِقرار کریں اَور آئندہ جھُوٹی قسم نہ کھائیں۔

دُوسرا کشف جس کو قادیانی صاحب کتاب البریّۃ کے صفحہ ۹۰ پر لکھتے ہیں۔ "ہم ایک نیا نظام اَور نیا آسمان اَور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اَور زمین کو اجمالی صُورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اَور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اَور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہُوں۔ پھر میں نے آسمانِ دُنیا کو پیدا کیا اَور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر میں نے کہا۔ اب ہم اِنسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔ الخ۔

اِس جگہ بھی وُہی گذارش ہے کہ یا تو نئے آسمان اَور زمین کو جو آپ نے بنائے ہیں دکھلائیں یا اَیسے کشفوں کو مالیخولیا جان کر نبی اَور رسُول نہ بنیں۔

تیسرا کشف:۔ آپ نے اپنے ربیع الاخلاص مُرید پشاوری سے کہا کہ مجھ کو بارہا اِلہام ہو چکا ہے کہ فلاں شخص یعنی محرر سطور میرے قتل کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ سو معلُوم ہو کہ میں اپنے خُدائے لایزال و لم یزل علام الغیوب کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہُوں کہ میں نے قادیانی کے قتل کرنے کا اِرادہ نہیں کیا۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ اس پشاوری میرزائی نے واقعی کیفیت معلُوم کرنے کے لیے ہمارے مخلص جناب مولوی ہندی الصاحب سے تنہائی میں دریافت کیا تھا۔ اُنھوں نے اِس اِلہام کے غیر واقعی اَور محض افترا پر اطمینان بخش ثبوت دیا۔ یہاں تک کہ وُہ میرزائی بھی قادیانی صاحب کے اِلہام میں مذبذب ہو گیا۔ قادیانی صاحب کے بعض اِلہامات کو اگر واقعی اَور سچا مانا جائے تو وُہ ان کے محرّف سُنّت ہونے

بمواد مذکورہ آیۃ پر وارد ہو۔

ناظرین کو بشرطِ تدبر اس مقام سے کئی امور دریافت ہو سکتے ہیں۔

۱۔ رسول اور غیر رسول میں فرق بحسب العلم والظن والزام علی الغیر و عدم الزام۔

۲۔ دفع اِس اعتراض کا جو اہلِ اعتزال بآیۃ مذکورہ متمسک ہو کر کرامتِ ولی پر وارد کرتے ہیں۔

۳۔ دفع نقض باخبارِ رمال و منجم وغیرہ۔

۴۔ قادیانی صاحب کے استدلال بالآیۃ کا فساد

قادیانی کا مدعیٰ میں نبی اور رسول ہوں خاص طور پر مجھے نبی و رسول کہلانے کا استحقاق ہے۔

صغریٰ: مجھ کو غیبِ مصفیٰ پر اطلاع دی جاتی ہے۔ کبریٰ: اور جس کو غیبِ مصفیٰ پر اطلاع دی جائے وُہ بہ شہادتِ آیۃ مذکورہ رسول ہوتا ہے۔ نتیجہ: پس میں بھی رسول ہوں۔

یہاں وجہ فساد یہ ہے کہ دلیل مذکورہ کے پہلے مقدمہ میں مُراد اطلاع سے اگر اطلاع قطعی حجۃ علی الغیر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کی اطلاع خاصہ نبی اور رسول کا ہے بحکم آیۃ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ کیونکہ اس میں اطلاع قطعی بحدِ مذکور کی نفی بغیر رسول شرعی کے، سب سے کی گئی ہے۔ اور اگر مُراد اطلاع سے اطلاع غیر قطعی الی الحد المذکور ہے، عام اس سے کہ ظنی ہو یا قطعی، غیر بالغ الی الحد المذکور تو حدِ اوسط مکرر نہیں یعنی پہلا مقدمہ یہ ہوا کہ مجھ کو اطلاع غیر قطعی حاصل ہے۔ اور دُوسرا مقدمہ یہ کہ جس کو اطلاع قطعی بحدِ مذکور حاصل ہو وُہ رسول ہوتا ہے۔ تو اس استدلال سے قادیانی صاحب کو کیا فائدہ ملا۔ کیونکہ قطعی علم والا رسول بنا۔ اور اس کا علم چونکہ غیر قطعی ہے لہٰذا وُہ رسول اور نبی کے لفظ کا مستحق نہ ہوا۔

۵۔ یہی آیت جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول کا علم بالغیب قطعی واجب التسلیم ہوتا ہے۔ قادیانی کے اِس دعویٰ کو کہ میں مسیح موعود ہوں اُڑا رہی ہے۔ کیونکہ بموجب اس آیت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر پیشین گوئیاں درباره نزولِ مسیح بن مریم سچی اور واجب التسلیم ٹھہریں۔ جن کی تصدیق کو ایمان اور انکار کو کفر کہا جائے گا۔

ہے۔ اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وُہ اُسی چشمہ سے چُلّو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے۔ اور پھر امام صاحب اسی جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ صاحبِ کشف اُن علوم کا محتاج نہیں ہوتا جو مجتہدین کے حق میں ان کی صحتِ اجتہاد کے لیے شرط ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور صاحبِ کشف کا قول بعض عُلماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی مانند ہے۔ پھر صفحہ ۴۳ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محلِ کلام ہوتی ہیں۔ مگر اہلِ کشف کو ان کی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث۔ پھر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں جو کلامِ اہلِ کشف کو رد کرے۔ کیونکہ شریعت خُود کشف کی مؤید ہے۔ پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وُہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عالمِ ارواح میں یا بطورِ کشف ہم مجلس ہُوتے اور ان کے ہم عصروں نے اُن کے دعویٰ کو تسلیم کیا۔ پھر امام شعرانی صاحب نے اُن لوگوں کے نام لیے ہیں جن میں سے ایک امام محدثؒ جلال الدین سیوطی بھی ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیُوطی کا دستخطی اُن کے صحبتی شیخ عبد القادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے اُن سے بادشاہِ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی۔ سو امام صاحب نے اُس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لیے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہُوں چنانچہ اِس وقت تک پچھتّر دفعہ حالتِ بیداری میں حاضرِ خدمت ہو چکا ہُوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہِ وقت کے پاس جانے کے سبب اِس حضوری سے رُک جاؤں گا تو قلعہ میں جاتا اور تیری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین عربیؒ نے جو فتوحات میں اِس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے بطورِ خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہلِ ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام پُوچھتے ہیں۔ اور اُن میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وُہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیلؑ سے وُہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پُوچھ کر اُس ولی کو دیتے ہیں یعنی ظلّی طور پر وُہ مسئلہ بہ نزولِ جبرائیلؑ منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابنِ عربیؒ نے فرمایا ہے کہ ہم اِس طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔

اور فتوحاتِ مکیہ میں ابنِ عربی صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ اہلِ ذکر و خلوت پر وُہ علومِ لدُنّیہ کھُلتے ہیں جو اہلِ نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علومِ لدُنّیہ اور اسرار و معارف انبیاء اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جنیدؒ بغدادی سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رُتبہ حاصل کیا ہے۔ اور ابُویزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ عُلماءِ ظاہر نے علم مُردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خُدائے تعالیٰ[1] ہے۔ تم کلامہ۔ تو بموجب شہادت منقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی صاحب نے بھی بذریعہ کشف کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھ کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی مادُلہ حسبِ اجازت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کیے ہوں اور اپنے دعویٰ کے اثبات میں وُہ احادیث جن کو علماءِ ظاہر ضعاف میں سے شمار کرتے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح کرالی ہوں اور احادیثِ صحیحہ عند العلماء کو تعلیمِ نبوی سے غیر صحیح سمجھ لیا ہو۔

جواب

چونکہ عبارت منقولہ بالا تم کلامہ تک ازالہ کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک کی ہے۔ لہٰذا قادیانی صاحب کو جلال الدین سیوطی اور شیخ

[1] سوال سے لے کر یہاں تک ازالہ اوہام کی عبارت ہے۔ بالاختصار

سے بہت اور ازاں مل سکتے ہیں۔

نتائجِ مُہلکہ۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمانی معراج سے انکار۔ اور یہ کہ میں بھی بہ شہادت "فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" کے نبی اور رسول ہوں وغیرہ۔ آج کل يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کی ایک یہ صورت بھی موجود ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ قادیان میں اربعہ غیر متناسبہ کی سرگوشی اور ان کے مشن کی تعلیم اور باہر والوں کے لیے الحکم جو فی الواقع الشر ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمّتِ مرحومہ کو اس ایجاد کے سب اقسام سے سلامت رکھے۔ اربعہ غیر متناسبہ اس لیے لکھتا ہوں کہ ایک صاحب کچھ لکھ رہے ہیں دوسرے کچھ اور تیسرے دونوں سے برخلاف۔ چوتھے تینوں سے الگ سب صاحبان کی خدمت میں بڑے ادب سے گذارش ہے کہ بحسبِ وصیت حضرت شیخ اکبرؒ مسطورہ بالا آپ لوگ میزانِ شرعی کو محکم کریں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ بمجرد عالم سے علومِ آلیہ پڑھ کر حاصل کرنے کے بعد قادیان میں بیٹھ کر تدریس اور ارشاد میں مشغول ہوویں۔ تاکہ آیتِ مسطورہ ذیل کا مصداق نہ آپ بنیں اور نہ سادہ لوح اُردو خوانوں کو بناویں۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ○ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ○ (کہف۔ آیت ۱۰۳ تا ۱۰۶)

خدا کی آیات کا تمسخر اس سے اُوپر کیا ہوگا جو ایک عبد البطن هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى الخ کو سُن کر فرض کردہ الہامی طور پر ہی سہی خود رسولؐ اور نبی بن بیٹھے۔ خدا کے رسولوں کا بالخصوص افضل الرسل کا (صلی اللہ علیہ وسلم) تمسخر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی احادیثِ متواترہ قطع برید کر کے اپنے شیطانی الہام کے مطابق کی جاویں۔ مطابقت بھی ایسی کہ دمشق سے خطِ منحنی (ٹیڑھا) نکلتا ہوا قادیان میں آ پہنچے۔ مبدار خطِ خاص دمشق کو ٹھہرانا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور دوسری کروٹ بدلنے پر ان کا انکار ہی کیا جاوے۔ اور اجماعِ اُمّتِ مرحومہ کو کبھی کو رانہ اور کبھی ان سے انکار کر کے اُلٹا اجماعی مسئلہ کی نقیض پر انعقاد اجماع کا کل اُمّتِ مرحومہ کو اتہام دیا جاوے۔ کما فی ازالۃ الاوہام و ایام الصلح وغیرہ وغیرہ۔ اور عیسیٰ بن مریم کو مکار و فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار کسبی عورتیں لکھا جاوے۔ کما فی ضمیمہ انجام آتھم اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشفِ غیبی شبِ معراج والے کو غیر واقعی اور آپؐ کو مدتِ عمرِ شریف تک باقی علی الخطاء قرار دیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ (بنی اسرائیل آیت ۶۰) قال ابن عباس رؤیا عین۔ معراج کا قصہ سُن کر جو لوگ اہلِ مکہ سے مرتد ہوئے تھے ان کے بارہ میں فِتْنَةً لِّلنَّاسِ فرمایا گیا۔ قادیانی مشن کے لوگ بھی بوجہ انکار معراج جسمی اور رویتِ عینی کے فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کا مصداق ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے قول کا ذکر عنقریب اسی کتاب میں آئے گا۔

سوال

امام عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب میزانِ کبریٰ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں کہ صاحبِ کشف مقامِ یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا

ؔ قادیانی کو مگر آنکہ دروغ گوئی را حافظہ نباشد، یہ خیال نہیں رہا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۲ سطر ۱۰ پر لکھ چکا ہوں کہ خضر علیہ السلام باوجود ملہم ہونے کے نبی نہیں تھا۔ صرف ملہم تھا۔ دیکھو ازالہ اوہام۔ ۱۲

عیسیٰ ابنِ مریمؑ کے نزول پر اجماع

اِس بات پر کُل اُمّتِ مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسیٰ بن مریم بعینہٖ نہ بمثیلہٖ کما اخترعہ القادیانی آسمان سے بحسبِ پیشین گوئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُتریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ نزولِ جسمی بعینہٖ بغیر اس کے کہ رفعِ جسمی بحالتِ زندگی مانا جاوے ممکن نہیں۔ لہٰذا بڑے زور سے ہم کہتے ہیں کہ کُل اُمّت کا جیسے نزولِ مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیاتِ مسیح عند الرفع پر بھی ہے یعنی آسمان کی طرف اُٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح زندہ رہا۔ کما ہُو مذہب الجمہور۔ یا وفات پا کر بعد ازاں اُٹھانے کے وقت زندہ کیا گیا ہو۔ کما ہُو مذہب النصاریٰ وبعض اہل الاسلام مثل مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اس پر اجماع نہیں۔ کیونکہ امام مالکؒ وفات کے قائل ہیں۔ نصاریٰ کا قول بحیات المسیح بعد وفاتہ تو اُن کی کتابوں سے ظاہر ہے اور مالکؒ کا قائل ہونا بحیات المسیح عند الرفع، ان کے بڑے بڑے معتبروں مقلدوں کی تصریحات سے پایا جاتا ہے۔ ورنہ مقلدینِ امام مالکؒ اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور بر تقدیر علیحدہ ہونے کے نزولِ جسمی بعینہٖ کو، جو فرع ہے رفعِ جسمی بعینہٖ کی، مجمع علیہ کُل اُمّتِ مرحومہ کا نہ لکھتے۔ لہٰذا مجمع البحار میں (قال مالک مات) کے بعد شیخ محمد طاہر یہ تاویل لکھتے ہیں۔ ولعلہ اراد رفعہ علی السماء حقیقۃ یجیئ آخر الزمان لتواتر خبر النزول۔ اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیاتِ مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کُل اہلِ اسلام اس پر متفق ہیں۔ بلکہ نصاریٰ بھی اس میں مسلمانوں سے الگ نہیں۔ مگر اجماعی حیات الی ما بعد النزول وُہ ہے جو مسیح کے لیے عند الرفع مانی گئی ہے۔

اس مضمون پر عباراتِ مسطورہ ذیل شاہد ہیں۔ امام الائمۃ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:- وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیٰمۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن (فقہ اکبر) اور یہی مذہب ہے کل ائمہ شفعویہ کا، یعنی سب اسی عیسیٰ بن مریم بعینہٖ لا بمثیلہٖ کے نزول پر متفق ہیں۔ چنانچہ ائمہ صحاحِ ستّہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔

اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسیٰ علیہ السلام کا اُترنا اور علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں۔ فاذا انزل سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلعم بالھام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط لہا من الکتاب والسنۃ ونحو ذٰلک۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ فھو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول ونبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض انہ یأتی واحدا من ھٰذہ الامۃ بدون نبوۃ ورسالۃ وجھل انھما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حیٌّ نعم ھو واحدٌ من ھٰذہ الامۃ مع بقائہ علی نبوتہ ورسالتہ۔

اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں۔ انہ یحکم بشرع نبینا ووردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع

بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ کیونکہ (سُبْحَانَ) کا اطلاق اِسی موقعہ پر ہوتا ہے جہاں کہیں کسی عظیمُ الشّان اَور مستبعد اَور محال عادی کا ذِکر ہو۔ اَور ظاہر ہے کہ نیند میں آسمانوں پر جانا یا اطراف السمٰوات والارض میں سیر کرنا کوئی امرِ مستبعد اَور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہیں۔ اَور نیز اَسْرٰی کا استعمال نیند میں نہیں آتا۔ (قاضی عیاض) پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اسرا مثل اَور انبیاء کے کشفی اَور رُوحی نہ تھی بلکہ جسمی اَور بحالتِ بیداری ہُوئی۔ ہاں بعض احادیث کے الفاظ سے مثل بین النائم والیقظان یا وھو نائم[1] اَور واستیقظت[2] معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف بحالتِ منام ہوا ہے۔ سو اِس کی نسبت قاضی عیاض اَور احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ اِن الفاظ میں کوئی حجت نہیں کیونکہ محتمل ہے کہ جبرائیل کے آنے کے وقت یا اسراء کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سوتے ہُوئے ہوں۔ اَور ان احادیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تمام اسراء میں سوتے رہے ہوں۔ ہاں ثم استیقظت کا لفظ دلالت کرتا ہے اسراء کے وقوع پر بحالتِ منام و نیند کے۔ لیکن اِس کے معنے صبح کرنے کے بھی ہیں یا محتمل ہے کہ اسراء کے بعد گھر میں سو گئے ہوں۔ اَور محتمل ہے کہ یقظہ بمعنے ہوشیاری و افاقہ کے ہو جو اہل اللہ کو بعد از استغراق حاصل ہوتا ہے۔ انتہیٰ ملخص قولھما۔

اَور انہی الفاظِ مذکورہ کی طرح اختلافِ روایات کا بہ نسبت تعیّنِ مکان اسراء کے مُوجبِ تشتّت و اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ مگر مرقاۃ اَور لمعات میں وجہ جمع بین الروایات اِس طرح بیان کی گئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم شبِ اسراء میں اُمّ ہانی کے گھر سوتے ہُوئے تھے۔ اَور اُمّ ہانی کا گھر ابی طالب کے کُوچہ میں تھا۔ پھر اس کے گھر کی چھت کھُل گئی اَور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بسبب اِس کے کہ اس میں رہا کرتے تھے اُس کو اپنا گھر کہا۔ اَور اُسی سے فرشتہ اُترا اَور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس گھر سے نکال کر مسجدِ کعبہ کی طرف لے گیا۔ درحالیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اُمّ ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے اَور نیند کا اثر باقی تھا۔ پھر حطیم سے بابِ مسجد میں لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بُراق پر سوار کرایا۔ اَور مکّہ میں ہونا اس غرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکّہ میں ہوا نہ مدینہ میں۔

میں کہتا ہُوں اِن سب وجوہِ تطبیق مذکورہ وغیرہا سے اطمینان بخش وُہ وجہ ہے جس کو رئیس المکاشفین محی الدین ابنِ عربی قدس سرّہٗ نے فتوحات کے باب ۳۶۷ میں لکھا ہے۔ ولو کان الاسراء بروحہ وتکون رؤیا راٰھا کما یرٰی النائم فی نومہ ما انکرہ احد ولا نازعہ احد وانما انکروا علیہ کونہ اعلمھم ان الاسراء کان بجسمہ فی ھٰذہ المواطن کلھا (یعنی بر تقدیرِ معراجِ رُوحی کے اِنکار اس کا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہاں معراجِ جسمی کو بعید از عقل جان کر اِنکار کیا گیا) ولہ صلی اللہ علیہ وسلّم اربعۃ وثلٰثون مرۃ الذی اُسْرِیَ بہ منھا اسراء واحد بجسمہ والباقی رؤیا راٰھا (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے ۳۴ معراج ہُوئے جن میں سے ایک جسمی تھا اَور باقی رُوحی عالمِ خواب میں) بعد اس کے فرماتے ہیں۔ وبھٰذا زاد علی الجماعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم باسراء الجسم واختراق السمٰوات والافلاک حسًّا وقطع مسافات حقیقیۃ محسوسۃ و ذالک کلہ لورثتہ معنًی لا حسًّا من السمٰوات فما فوقھا (یعنی معراجِ جسمی کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو باقی اہل اللہ پر فوقیت اَور زیادت ہے۔ مگر قادیانی صاحب ہرگز اِس فضیلت اَور زیادت کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اب تو اہلِ مکاشفہ کے اقوال کو بھی چھوڑے جاتے ہیں۔ مع آنکہ جلد اوّل ازالہ میں اہلِ کشف خصُوصاً شیخ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ان کا قول عُلمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے۔

اقول: تعددِ معراج کی تقدیر پر الفاظ مذکورہ و روایاتِ مختلفہ میں تطبیق حاصل ہے اَور یہی تقدیر احوالِ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے مناسب ہے۔ گویا رؤیتِ منامی مقدمہ اَور تمہید ٹھہری معراجِ جسمی کے لیے۔ چُنانچہ اکثر وقائع شریفہ میں ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ پہلے

---

[1] محلِ استشہاد ہے۔ ۱۲ منہ

محی الدین ابن عربی قدس سرّہٗ کے کشفی فیصلہ کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سو گذارش ہے کہ محی الدین ابن عربی قدس سرّہٗ اور علامہ سیوطی بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری صاحب کتاب اقتباس الانوار (جس کو عالمِ کشف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفاء اربعہ و سیدنا ابی محمد عبد القادر جیلانی و سیدنا خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہم نے مقبول فرمایا) نزولِ عیسیٰ بن مریم بعینہٖ کے قائل ہیں۔ بلکہ کُل اہلِ کشف و شہود کا اسی عیسیٰ بن مریم بعینہٖ نہ بمثیلہٖ کے نزول پر اتفاق ہے۔ اور ایسا ہی معراجِ جسمی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرّہٗ فتوحات کے باب ۳۶۷ پر حدیثِ معراج میں فرماتے ہیں۔ فلما دخل اذا بعیسٰی علیہ السلام بجسدہٖ عینہٖ فانہ لم یمت الی الاٰن بل رفعہ اللہ الی ھٰذہ السماء واسکنہ بھا وحکمہ بھا وھو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ واحدۃ الخ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسدہ العنصری پایا۔ کیونکہ وہ اب تک مرا نہیں۔ الخ

اور نیز فتوحات کے باب ۳۷ میں لکھتے ہیں۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھٰذہ الدنیا ثلٰثۃ وھو ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہٖ واسکنہ اللہ فی السماء الرابعۃ والسمٰوات السبع ھن من عالم الدنیا الی ان قال وابقی فی الارض۔ ایضاً الیاس وعیسٰی وکلاھما من المرسلین الخ

اور علامہ سیوطی کی تفسیر درِّ منثور ملاحظہ ہو جو احادیث سے عیسیٰ بن مریم کا نزول اخیری زمانہ میں اور بعد اس کے مدفن ان کا روضۂ نبویہ میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ثابت فرماتے ہیں۔ درِّ منثور کی اکثر احادیث شمس الہدایۃ میں لکھی گئی ہیں۔ اور حدیث بر ثلاوصی عیسیٰ بن مریم کی فتوحات کی جلد اول میں ملاحظہ ہو جو شمس الہدایۃ میں لکھ چکا ہوں۔ اور اس رسالہ میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ نقل کی جاوے گی جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع اسی عیسیٰ بن مریم بعینہٖ لا بمثیلہٖ کے نزول پر پایا جاتا ہے۔

اور شیخ محمد اکرم صابریؒ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ (و بعضی بر آنند کہ روحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسٰی بن مریم و ایں مقدمہ بغایت ضعیف است) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں (یک فرقہ بر آں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ بن مریم است و ایں روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ بن مریم باو اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفانِ صاحب تمکین بر ایں متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرّہٗ در فتوحاتِ مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزمان از آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم من اولادِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ظاہر شود۔ انتہیٰ۔

قادیانی صاحب نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دجل سے کام لیا ہے۔ آپ اپنی تالیف ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعوے کی تائید کے لیے شیخ محمد اکرم صابری صاحب کو بایں صفت موصوف کر کے شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ اند۔ صرف اسی قدر نقل کرتے ہیں کہ (و بعضے بر آنند کہ روحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسٰی بن مریم) بعد اس کے شیخ محمد اکرم قدس سرّہٗ کا قول ہذا (و ایں مقدمہ بغایت ضعیف است) حذف کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے دعوے کی تردید محمد اکرم صاحب کے ہی قول سے نہ ہو جاوے۔

الغرض کُل اہلِ کشف و شہود مطابق احادیثِ صحیحہ عیسیٰ بن مریمؑ نہ بمثیلہ کے نزول اور نیز اس کے مغائر ہونے پر مہدی سے متفق ہیں۔ ایسا ہی معراجِ جسمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان سب سے قادیانی صاحب کا علیحدہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے اس کے کاذب ہونے پر۔ کیونکہ ازالہ اوہام میں ان لوگوں کا کشف برابر آیت و حدیث کے مانا گیا ہے۔ اور نیز معلوم ہو کہ جو لوگ مقام علیٰ بینۃ من ربہٖ

کرتے وقت کہتے ہیں کہ قبل از وحی پہلے ایک رات فقط تین فرشتے آئے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت مسجد حرام میں سوئے ہُوئے تھے اور وُہ آپس میں باتیں کر کے چلے گئے اور آپ نے اُن کو نہ دیکھا۔ بس یہاں تک تو شبِ اسراء کے پہلے کا ذکر بطریق تمہید تھا۔ اب شبِ اسراء کا ذکر شروع ہوتا ہے (حتیٰ اتوہ لیلۃ اخریٰ فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہ الخ) یعنی اُن ملائکہ کو آپ نے نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ پھر آئے وُہ کسی اور رات میں یعنی شبِ اسراء میں اور آسمانوں پر لے گئے۔ اور پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ الخ۔ اِس ترجمہ سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ قادیانی صاحب نے بجائے اِس کے کہ اپنی کم فہمی پر روتے اور کسی عالم سے پُوچھتے اُلٹا حدیثِ بُخاری پر حملہ کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک کمال جُداگانہ اور مخصُوص پر گستاخی کی۔ اور ایسے گستاخانہ تعبیرات سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہا۔ تاکہ بہ نسبت احادیث کے اضطراب کی وجہ سے اُن میں بے اعتباری پیدا کی جاوے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ جو کچھ مَیں اور میرے جاہل مولوی ہانکے جائیں اُسی کو لوگ واجبُ التسلیم سمجھیں۔ حضرت اسارا ہی جہان تو جاہل نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے قرآن اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حافظ ہے۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ بغیر عائشہ صدیقہؓ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے سب کا مذہب معراجِ جسمی اور بحالتِ بیقظہ ہونے کا ہے۔ اور دونوں کا قول اُن جماہیر صحابہ کے اقوال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ واقعہ اسراء کے وقت پیدا ہی نہیں ہُوئی تھیں یا سنِ ضبط و تمیز کو نہیں پہنچی تھیں علیٰ اختلاف القولین۔ بلکہ حضرت عائشہؓ سے ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیث کا مروی ہونا بتصریح قاضی عیاض وعلّامہ زرقانی باطل اور غیر ثابت ہے۔ پھر ان کی روایت کو مع عدم المشافہۃ والثبوت کیونکر ترجیح دی جاوے ان مشاہیر اور جماہیر صحابہ کے اقوال پر جنھوں نے بالمشافہ نُورِ نبوت سے اِس معنیٰ کا استفاضہ کیا کہ معراج شریف جسمی اور بحالتِ بیقظہ ہے اور بر تقدیرِ صحت اِس حدیث کے علّامہ تفتازانی نے اِس طرح پر تاویل کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مُبارک رُوح سے مفقُود نہ ہوا بلکہ دونوں ساتھ تھے اور یہی معنے مطابق ہے حضرت عائشہؓ کی دُوسری حدیث کے جس کو ازالۃ الخفا صفحہ ۳۰۵ میں شاہ ولی اللہ مرحُوم نے بتخریج حاکم ذکر فرمایا ہے۔ اخرج الحاکم عن عائشۃ قالت لما اُسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصیٰ اصبح یحدث الناس بذالک فارتد ناس ممن کانوا آمنوا بہ وصدقوہ وسعوا بذالک الی ابی بکر فقالوا ھل لک فی صاحبک یزعم انہ اُسری بہ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال او قال کذالک قالوا نعم قال لئن قال ذالک لقد صدق قالوا اتصدقہ انہ ذھب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقہ بما ھو ابعد من ذالک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ فلذالک سمی ابو بکر الصدیق فرمایا حضرت عائشہؓ نے جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ نے صُبح ہوتے ہی لوگوں سے اسراء شب کے واقعات بیان فرمائے پس بعض ایمان والے بھی اس کے سُنتے ہی مُرتد ہو گئے اور صدیقِ اکبرؓ کی طرف دوڑتے ہُوئے گئے اور پُوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا صاحب (محمدؐ) زعم کرتا ہے کہ وُہ آج کی رات بیت المقدس کو گیا اور صُبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گیا۔ ابُوبکرؓ نے پُوچھا: کیا میرے صاحبؐ نے کہا ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہاں کہا ہے۔ ابُوبکرؓ نے کہا، اگر میرے صاحبؐ نے ایسا کہا ہے تو ضرور سچ کہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر تو اُس کی تصدیق کرتا ہے؟ ابُوبکرؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور یہ کیا بلکہ اس سے بعید تر کی بھی تصدیق کرتا ہُوں جو آسمانوں کے متعلق طلوعِ شمس کے قبل یا زوال کے بعد کی خبر دے اور اسی وجہ سے ان کا نام صدیقؓ ہوا۔

منہاج العلوی میں مُلّا علی قاری حدیثِ معاویہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وُہ اسراءِ نبویؐ کے وقت ابھی ایمان بھی نہ لاتے تھے۔

ے اور یہی آخری قول تحقیقی ہے کہ حضرت عائشہؓ اُس وقت کم سِن تھیں۔ فیض

آپ کو بحالتِ خواب اُمورِ غیبیہ دِکھلائی دیتے تھے۔ بعد ازاں مُطابق خواب ظہُور میں آتے تھے۔

تعدّدِ معراج پر قادیانی کے تین اِعتراضات

پہلا اِعتراض

اِنہی احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کے لیے خاص خاص مقامات آسمانوں میں مقرر ہیں جن سے وُہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ چنانچہ گریہ اَور بکاء مُوسیٰ علیہ السّلام کا بروقت جانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتویں آسمان سے آگے اسی پر دال ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مُوسیٰؑ کے اِختیار میں تھا کہ کبھی پانچویں آسمان پر آجاتے اَور کبھی چھٹے پر اَور کبھی ساتویں پر تو یہ گریہ و بکا کیسا تھا۔ جیسے پانچویں یا چھٹے سے ساتویں پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جا سکتے تھے۔

الجواب

حضرت مُوسیٰؑ کا بکا اَور رونا اِس لیے نہ تھا کہ اُن کو ساتویں سے آگے رفع نہ ہوا ہے بلکہ اُن کا رونا بسبب فقدانِ کمال دعوم دعوت کے تھا جس کو حضرت مُوسیٰؑ نے اپنے میں نہ پایا۔ اَور آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات مُبارک میں یہ کمال دیکھا۔ چنانچہ امام بُخاری باب المعراج حدیث مالک بن صعصعہ میں لِکھتے ہیں۔ فلما تجاوزت بکیٰ قیل لہٗ ما یبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدی ید خل الجنة من امته اکثر من ید خلها من امتی (بخاری) جب آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آگے بڑھے تو حضرت مُوسیٰؑ رونے لگے۔ رونے کی عِلّت جب اُن سے دریافت کی گئی تو کہا۔ میرا رونا اِس لیے ہے کہ یہ نوجوان جو میرے بعد مبعُوث ہُوا اس کی اُمّت میری اُمّت سے زیادہ جنّت میں داخل ہوگی۔ گویا اپنی اُمّت پر رحمت کی کمی کی وجہ سے یہ رونا تھا، نہ یہ کہ وُہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔

حالانکہ مشکوٰۃ باب من حضرہ الموت میں بروایتِ برا بن عازب مذکور ہے کہ کُل نفُوس کاملہ آسمانِ ہفتم تک رفع ہونے کے بعد اپنے اپنے ابدان میں بامرِ الٰہی لوٹائے جاتے ہیں۔ فیشیعہ من کل سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا حتی ینتھی بہ الی السماء السابعة فیقول اللہ عزوجلّ اکتبوا کتٰب عبدی فی علیین واعیدوہ فی الارض الخ

علّامہ زرقانی کی شرح مواہب پر نظر ڈالنے سے بخُوبی محقق ہو جاتا ہے کہ شبِ معراج میں جن انبیاء نے جہاں جہاں دِکھائی دی اِن کے مقاماتِ سماویہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اظہارِ تفاضل اَور ان وجُوہِ اختصاص کے لیے تھا جن کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں مفصّل لکھا ہے۔ اَور جُدا جُدا آسمانوں میں دِکھائی دینا تعیّنِ مقام کے لیے کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ اَرواحِ کاملہ کے عرُوج، مقاماتِ مذکُورہ تک ہی محدُود نہیں۔ اَور اِسی پر دال ہے حدیثِ ذیل جس کو احمدؔ اَور مُسلمؔ اَور نسائیؔ نے ذِکر کیا ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علیٰ موسیٰ لیلة اُسریٰ بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ شبِ اسریٰ میں میری گذر اُس سُرخ ٹیلے کے پاس سے ہُوئی جہاں حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ اَور پھر اُسی وقت بیت المقدس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب انبیاء کے اِمام ہُوئے۔ اَور پھر اُن کو علیحدہ علیحدہ آسمانوں میں دیکھا الحکمة یعلمھا الحکیم العلیم۔ اَور علّامہ زرقانی لِکھتے ہیں کہ اِن حضرات کا جُدا جُدا آسمانوں

الگ اَور مُخالف ہے۔ چُنانچہ رئیسُ المکاشفین محی الدّین ابنِ عربیؒ اپنی الہامی کتاب میں معراجِ جسمی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُثبت اَور قائل ہیں اَور مرزاجی منکر۔ ایسا ہی حضرت شیخ مسیح ابنِ مریم کے رفع بجسدہٖ العنصری وحیات اِلیٰ مابعد النزُول کے قائل ہیں اَور مرزاجی مخالف۔ ایسا ہی کشف والہامِ نبوی علیٰ صاحبہ الصّلوٰۃ والسّلام اخبارِ متواترہ اَور مشہُورہ کے رُو سے عیسٰی ابنِ مریم بعینہٖ لابمثیلہٖ کے نزُول کا مُثبت ہے۔ اَور مرزاجی کا پچھلا الہام بُروزی نزُول کا پتہ دیتا ہے۔ اَیُّہَا النَّاظِرِیْن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشفِ پاک اَور مرزاجی کے خبطِ ناپاک میں تطبیق کی کوئی صُورت نہیں بن پڑتی بغیر اس کے کہ یا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحیِ صادق کو العیاذ باللہ کاذب کہا جاوے یا کُل احادیث کو بُروزی نزول پر حمل کیا جاوے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خطِ التعبیر ٹھہرا کر بعد ازاں بقا علی الخطاء مدت العُمر تک مانی جاوے۔ جن کے وجُوہ بطلان اِسی کتاب میں مفصل لکھے گئے ہیں۔

اَیُّہَا النَّاظِرُوْن کیا یہ متصوّر ہو سکتا ہے کہ وُہ رسُولِ پاک جو اعلیٰ درجہ کے اُمّتِ مرحُومہ کے بارہ میں حریص اَور رحیم اَور ہر ایک مُہلکہ سے اعلام فرمانے والے ہیں۔ دانستہ اُمّتِ مرحُومہ کو بجائے اِس کے کہ لغزش سے بچائیں اُلٹا دھوکے میں ڈال گئے ہوں۔ یا ایک امرِ مہلک عظیمُ الشّان سے بے خبر چلے گئے ہوں یا بر تقدیرِ حصُولِ علم اُمّتِ مرحُومہ کو نزُولِ بُروزی کا پتہ نہ دیا ہو۔ مع آنکہ پہلے زمانہ میں نزُولِ ایلیا کے مُشتبہ ہونے کی وجہ سے بہتیرے لوگ کافر ہُوئے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اگر نزُولِ مسیح بُروزی طور پر ہوتا تو باقتضائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شان حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (توبہ۔ ۱۲۸) اَور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (انبیاء۔ آیت ۱۰۷) ہرگز گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ اِس اِشتباہ کے زہریلے اثر سے اُمّتِ مرحُومہ کو نہ بچائیں اَور ایک حدیث بھی بُروزی نزُول کو ذکر نہ فرماویں اَور اہلِ اِسلام کے نزدیک مُسلّمُ الثبُوت ہے کہ شارع علیہ السّلام نے کُل اُمُورِ مُہلکہ پر تصریح فرما دی ہے۔ قَالَ اللہُ تعالیٰ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ (توبہ آیت ۱۱۵) وقال اللہ تعالیٰ۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (مائدہ۔ آیت ۳) آپ کی پیشین گوئیاں بھی، بالخصوص وُہ جن کے بیان میں نہایت اِہتمام و بیانِ تفصیلی و تاکیدات سے کام لیا گیا ہے دین میں داخل ہیں دین کو صرف عملیات میں محدُود سمجھنا جہالت ہے دین کی علمی جُز اِس کی عملی جُز پر سبقت اَور اصالت کا استحقاق رکھتی ہے وقال تعالیٰ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (نساء۔ آیت ۱۶۵) وقال تعالیٰ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (نور۔ ۵۴) وقال تعالیٰ۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل۔ آیت ۹) قرآن کریم کا ہادی ہونا انہی مومنوں کی نسبت ہے جنہوں نے بحسبِ بیان و تفصیلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے ساتھ اِیمان لایا ہو۔ ورنہ کُل فرقِ ضالّہ قرآن ہی سے متمسّک ہیں سعدی علیہ الرحمۃ

گم آں شُد کہ دُنبالِ راعی نہ رفت

وَقَالَ تعالیٰ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ○ۙ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ۙ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ (نساء۔ ۶۶ - ۶۸) اِس آیت کی رُو سے بھی اُمّتِ مرحُومہ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت ضرُوری ہے۔ جس کا مقتضیٰ یہ ہُوا کہ نزُولِ بُروزی کی تقدیر پر بیانِ بُروز واجب تھا پیشین گوئیوں میں سے ایسی پیشین گوئی کہ جس میں اُمّتِ مرحُومہ کو بچانے کا اِہتمام کیا گیا ہو، اَور جس کے بیان میں آپ نے دھوکہ کی وجہ سے خلافِ واقعہ بیان فرمایا ہو، کوئی نہیں کہ قادیانی بُروز کے لیے نظیر بن سکے۔ اَور یاد رہے کہ بحسبِ قولہ تعالیٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ۙ (نجم۔ ۴) کے قادیانی صاحب ناکامیاب رہیں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تعالیٰ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

لم يسقط الصلوٰت الخمس عن احد من العقلاء (۸) وانه لم يقاتله احد من المؤمنين لا اهل الصفة ولا غيرهم (۹) وانه لم يكن يؤذن بمكة (۱۰) ولا كان بمكة اهل الصفة ولا كان بالمدينة اهل الصفة قبل ان يهاجر الى المدينة (۱۱) وانه لم يجمع اصحابه قط على سماع كف او دف (۱۲) وانه لم يقصر شعر كل من اسلم او تاب من ذنب (۱۳) وانه لم يكن يقتل كل من سرق او قذف او شرب (۱۴) وانه لم يكن يصلى الخمس اذا كان صحيحا الا بالمسلمين لم يكن يصلى الفرض وحده ولا فى الغيب (۱۵) وانه لم يحج فى الهواء قطّ وغيرها من النظائر مما يعلم العلماء باحواله علماً ضروريا انه لم يكن۔ شيخ الاسلام الحرانى مختصراً۔

اِسی طرح خواص وعوام کے معلوماتِ اضطراریہ سے ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ نزول میں نزولِ بروزی مراد نہیں کیا اور نہ کہیں سُنّت میں اِس کا ذکر نفیاً یا اثباتاً واقع ہوا ہے۔ جس کا ثمرہ یہ نکلا کہ احادیثِ نزول میں قول بالبروز بوجہ صادمت علمِ اضطراری علماء سُنّت کے باطل مردود ہے یعنی کل علماءِ اسلام صحابہ سے لے کر آج تک اس قول کو بشہادت علمِ اجماعی باطل ٹھہرائیں گے۔ اور امر وہی قادیانی صاحبان کی طرح جو شخص کتاب وسُنّت سے برخلاف علمِ اجماعی واضطراری ان کے فلسفیات ووہمیات وخرقیات الاجماع کو ثابت کرے۔ وُہ بے شک يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (نساء۔ ۴۶) اور ایسا ہی لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ (بقرہ۔ آیت ۷۸) میں داخل ہے۔ کما قال شیخ الاسلام[1] وهو متناول لمن حمل الكتاب والسنة على ما اصله من البدع الباطلة الى ان قال ومتناول لمن كتب كتابا بيده مخالفا لكتاب الله لينال به دنيا وقال انه من عند الله مثل ان يقول هذا هو الشرع والدين وهذا معنى الكتاب والسنة وهذا قول السلف والائمة وهذا اصول الدين الذى يجب اعتقاده على الاعيان او الكفاية انتهى موضع الحاجة۔

---

[1] یعنی تحریف کی مختلف صُورتیں ہیں، لفظ تبدیل کرنا، غلط تشریح کو تفسیر ظاہر کرنا، بدعت اور خلافِ شرع باتوں کا حوالہ کتاب وسُنّت سے پیش کرنا وغیرہ

قادیانی کی تفسیرِ سُورۂ فاتحہ

سوال

قادیانی صاحب کا سُورۂ فاتحہ کی عربی تفسیرِ بلیغ وفصیح ومِلیح لکھنا باوجُود اُمّی ہونے کے اُور حریفِ مقابل کا اس پر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اس کے صِدق پر۔

جواب

اُمّی ہونے کا پتہ تو مرزا جی اُور اُن کے ہم درسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ضمیمہ میں مذکُور ہے۔ میں صرف تفسیرِ بلیغ وفصیح ومِلیح کے متعلق چند غلطیوں کا اِظہار واصلاح چاہتا ہُوں۔ قادیانی صاحب کی تفسیرِ عربی بھی ایک بُرہان ہے منجملہ ان براہین کے جو آپ کو مسیح موعُود و نبی و رسُول نہیں بننے دیتے۔ کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ وچوری سے کام لیا گیا ہے کہیں لفظی غلطی اُور کہیں تحریفِ معنیٰ جن پر ادنےٰ سے ادنےٰ طالب علم بھی ہنسی کر رہے ہیں۔ ایسی تفسیر کو "اعجاز" نام رکھنا اُپنے مُنہ میاں مٹھو بننا ہے۔ البتہ بدیں خیال اِس کو معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ حریفِ مقابل ہرگز ایسی اغلوطات وتحریفات کو نہیں لکھ سکتا۔ نیز دُوسرے عُلماء کو کیا ضرُورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصرُوف ہوتے۔ کیا اُن کو نبی ورسُول بننا منظُور تھا۔ یا اپنی کلام کو قرآن کریم کے مساوی الاعجاز خیال کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام ہونا تھا۔ ہرگز نہیں۔ وُہ تو بفضل اللہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین اُور الا انہ لا نبوۃ بعدی کو مانتے ہیں اُور قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ (بنی اسرائیل۔ آیت ۸۸) کے مُطابق اعجاز فی الکلام کو قرآنِ کریم کا خلاصہ لازمہ سمجھتے ہیں۔

اَب اعجاز المسیح کے وجُوہِ اعجاز کو خیال فرمایئے۔

قولہٗ۔ قادیانی صاحب اعجاز المسیح کے پہلے صفحہ پر جو ہندسہ سے خالی ہے لکھتے ہیں۔ "فی سبعین یومًا من شھر الصیام"

اقول۔ رمضان شریف ستّر دِن کا نہیں ہوتا۔ اُور بر تقدیر تاویل ایہام معنے غیر مُراد سے خالی نہ ہو گا جو منافیٔ فصاحت

لہ یہ مثل اس کے ہے کہ ایک اندھا کسی گاؤں کے مندر میں رہا کرتا تھا اُور گاؤں کے لوگ اس سے تاریخ دریافت کیا کرتے تھے۔ بس کا مبلغ علم یہ تھا کہ یکم تاریخ ہر ماہ کو ایک مینگنی کسی خاص برتن میں ڈال دیتا تھا۔ اُور ہر صُبح کو ایک مینگنی اس میں بڑھا تا جاتا تھا۔ جب کوئی تاریخ دریافت کرنے آتا تو مینگنیوں کو گن کر تاریخ بتلا دیتا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہُوا کہ بکری نے اس برتن میں اتنی مینگنیاں کیں کہ وُہ برتن بھر گیا۔ جب کوئی سائل تاریخ دریافت کرنے آیا تو وُہ گھبرا گیا۔ اُور چالیس تک گن کر فرمایا کہ آج چالیسویں تاریخ ہے۔ سائل نے عرض کیا۔ (باقی بر صفحہ آیندہ)

ناظرین کو اب قادیانی دعوے کے دُوسرے مقدمہ ذیل (موتے مرنے کے بعد دوبارہ دُنیا میں نہیں آتے) کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ سو معلوم ہوا کہ اموات کا پھر دوبارہ زندہ ہونا اقوالِ ذیل سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ (بقرہ۔ آیت ۲۵۹)

حاصل اِس کا یہ ہے کہ عُزیرنبی اللہ نے بطریقِ استبعاد وتعجب کے کہا جب وُہ ایک شہر پرسے گزرے جس کی چھتوں پر اُس کی دیواریں گری پڑی تھیں کہ ایسے مرے ہُوئے اور ویران شُدہ شہر کو اللہ تعالیٰ کہاں سے زندہ کرے گا۔ پس حضرت عُزیرؑ کو سو برس تک مُردہ رکھ کر زندہ اُٹھایا۔ اور فرمایا کہ تُو کتنی دیر یہاں رہا۔ کہا اُس نے کہ ایک دِن یا کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تُو سو برس رہا۔ اپنا کھانا اور پینا دیکھ کہ وُہ سڑا تو نہیں۔ اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ کس طرح اُس کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں۔ اور تجھے لوگوں میں ہم اپنی ایک نشانی بناتے ہیں۔ اور دیکھ ہڈیاں ہم کس طرح پہلے ان کی اُبھارتے ہیں اور پھر ان پر گوشت پہناتے ہیں جب یہ حال حضرت عُزیرؑ نے دیکھا تو کہا میں نے جان لیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

قادیانی صاحب اِس آیت کی تاویل یا تحریف اِس طرح پر ازالہ میں لکھتے ہیں "خُدائے تعالیٰ کے کرشمۂ قُدرت نے ایک لمحہ کے لیے عُزیرؑ کو زندہ کر کے دِکھلایا مگر وُہ دُنیا میں آنا صرف عارضی تھا اور دراصل عُزیرؑ بہشت میں ہی موجود تھا۔" ازالہ صفحہ ۳۶۵۔ انتہیٰ۔

جواب۔ یہ بالکل تحریف ہے آیت مذکورہ کی کیونکہ سورۃ بقرہ کی آیت مذکورہ کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عُزیرؑ کی موت وحیات سے کلامِ ربانی کا مطلب حقیقی موت وحیات ہے نہ مجازی۔ دیکھو حضرت ابراہیمؑ کے قولِ ذیل کو رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ (بقرہ ۲۵۸) اور ایسا ہی اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ (بقرہ۔ آیت ۲۶۰) ایسا ہی حضرت عُزیرؑ کے قول تعجب آمیز اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ (بقرہ۔ آیت ۲۵۹) کو، جن سے تاویل مذکور بالکل تحریف سمجھی جاتی ہے۔ اور نیز وُہ مکالمہ جو کہ مابین حق سُبحانہٗ تعالیٰ و عُزیر علیہ السلام کے واقع ہُوا اس کا تمام ہونا ایک لمحہ اور ایک چشم زدن میں مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔ قال البیضاوی وھو لما احیاہ اللہ بعد مائۃ عام املی علیھم التوریۃ حفظًا فتعجبوا من ذٰلك الخ اور نیز تاویل مذکور موجب تطبیق مابین آیۃ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ الخ (بقرہ۔ ۲۵۹) اور آیۃ وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (انبیاء۔ آیت ۹۵) کے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ لمحہ بھر بھی دُنیا میں آنا مرنے کے بعد اس کے منافی ہے۔ اور اسی طرح آیت ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (بقرہ۔ ۵۶) قوم موسیٰؑ کے جلانے سے بعد الموت صریح طور پر خبر دے رہی ہے اور اسی طرح آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ (بقرہ۔ آیت ۲۴۳) نہایت صریح الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا تجھے معلوم نہیں وُہ ہزاروں لوگ جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر کے مارے نکلے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اُن کو مر جاؤ۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔

جلالین میں ہے کہ یہ لوگ زندہ ہونے کے بعد مدت دراز تک زندہ رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا۔ جو کپڑا وُہ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہوجاتا تھا۔ اور یہ حالت اُن کے تمام قبائل میں باقی رہی۔ اور ایسا ہی اُن چوبیس سردارانِ قریش کو جو بدر

اقول ۔لما کی جزا پر "فا" نہ چاہیے۔

قال ۔صفحہ ۱۹۔ ویستقرؤن فی کل وقت مواضع الجهاد

اقول ۔کیا شخص ایسی جھوٹی غمازی سے سرکار کو مسلمانوں پر بدظن کرنا چاہے وہ خدا پاک کا بندہ ہوسکتا ہے۔

قال ۔صفحہ ۲۰۔ وجعل قلمی وکلمی منبع للمعارف

اقول ۔ منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیے۔

قال ۔صفحہ ۲۱۔ تنکرون باعجازی

اقول ۔"تنکرون اعجازی" چاہیے۔

قال ۔صفحہ ۲۲۔ فلما دعوته بهذه الدعوة بعد ما ادعی انه یعلم القرآن وانه من اهل المعرفة الی من ان یکتب تفسیرا بحذاء تفسیری۔

اقول ۔لَعۡنَةَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ (ال عمران ۔آیت ۶۱) مقابلہ تحریری کو مسلم کر کے تقریری بحث کو بڑھانا، اس کو زیادت فی الشرائط کہا جاتا ہے نہ کہ انکار۔

قال ۔صفحہ ۲۲۔ ولکن ضیا ولو کان کالھمدانی او الحریری فما کان فی وسعه ان یکتب کمثل تحریری۔

اقول ۔ایسا ذہین آپ کے بغیر کون ہوسکتا ہے جو غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ (فاتحہ ۔۷) سے یہ سمجھ لے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی، جیسا کہ جہاں کا مزعوم ہے، کوئی چیز نہیں ۔اگر علم الٰہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب علیھم ولا الدجال۔" دیکھو صفحہ ۱۸۹ اسی اعجاز مزعومی کا۔ پھر اسی اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۴۳ پر آپ لکھتے ہیں کہ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ میں يَوۡمِ الدِّيۡنِ جو ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانہ کا نام رکھا ہے۔ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانه زمان یحیی فیه الدین۔" یہاں میں پھر کہوں گا۔ لَعۡنَةَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ (ال عمران ۔آیت ۶۱) اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں يَوۡمِ الدِّيۡنِ کی تفسیر اس طرح فرماتا ہے۔ وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِىۡ جَحِيۡمٍ ۞ يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ (انفطار آیت ۱۴،۱۵) یعنی گنہگار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ اگر يَوۡمِ الدِّيۡنِ ۞ قادیانی کا زمانہ ہے۔ تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا شروع ہوگیا ہے۔

قال پھر فرماتے ہیں وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۞ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۞ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـئًا ‌ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَـئِذٍ لِّلّٰهِ ۞ (انفطار ۔ ۱۷-۱۹) غور کرو ۔ يَوۡمُ الدِّيۡنِ اور يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـئًا ۔ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔ اور پھر صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى الۡاُوۡلٰى وَالۡاٰخِرَةِ (قصص۔آیت ۷۰) دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ سے احمد پہلا یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرہ سے احمد پچھلا یعنی غلام احمد قادیانی" اس کے بعد لکھتے ہیں۔" وقد استنبطت هذه النکته من قوله الحمد لله رب العلمین۔

اقول ۔جب آپ ایسے استنباط کر سکتے ہیں جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے خبر تھے تو پھر بھلا مہر علی بے چارہ بالمقابل آپ کے کس طرح ایسے نرالے استنباط کر سکتا ہے۔

قال ۔ ومع ذلك کان یخاف الناس۔

اقول ۔خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنا آنا موت نظر آتا ہے۔ مع انکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔

وبلاغت کو۔

قولہٗ۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے: "وکان من الھجرۃ سنہ ۱۳۱۸ ومن شہر النصاری ۲۰۔ فروری سنہ ۱۹۰۱ء"۔

اقول۔ بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے

قولہٗ۔ پھر لکھتے ہیں: "مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور"۔

اقول۔ (ضلع گورداسپور) بھی خلاف محاورۂ عربی ہے۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے "گورداسپور" کے "غورداس فور" چاہیئے تھا۔ بلکہ من جہت الترکیب والاعراب بھی۔

قولہٗ۔ پھر کہتے ہیں: "باہتمام الحکیم فضل دین"۔

اقول۔ بعد التعریب فضل الدین چاہیئے۔ جیسا البھیروی۔

قال۔ صفحہ ۲۔ کذ ستٍ غاب صدرہ۔ اوکلیلٍ افل بدرہ۔

اقول۔ یہ عبارت حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

قال۔ صفحہ ۲ وَخَلَتْ راحتھا من نخل المزنۃ۔

اقول۔ ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا اور تعلیلیہ موہم ہے معنی غیر مُراد کی طرف، اس لیے یہاں لام کا محل تھا۔

قال۔ کاحیاء الوابل للسنۃ الجماد

اقول۔ مقاماتِ حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے بتغیرٍ ما

قال۔ وعاد جرھا سبرھا

اقول۔ یہ مثل مشہور ہے۔

قال۔ صفحہ ۳ من کلّ نوع الجناح

اقول۔ کلمہ کُل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لیے نوعٍ للجناح چاہیئے تھا۔

قال۔ صفحہ ۳ کل امر ھو علی التقوی

اقول۔ یہاں بھی کُل مجموعی خلاف مُراد ہے اس لیے کل امرٍ لھو چاہیئے تھا۔

قال۔ صفحہ ۴ فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ

اقول۔ لفظ ایمان کا تکرار دو دفعہ مستکرہ ہے۔

قال۔ صفحہ ۶ وَأُفَرِّقُ بَيْنَ روض القدس وخضراء الدمن

اقول۔ یہ عبارت مقاماتِ حریری کی ہے۔

قال۔ صفحہ ۶ کالربیع الذی یمطر فی ابانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ــــ کہ مہینہ تو تیس دن کا ہوتا ہے۔ آج چالیسویں تاریخ کہاں سے ہو گئی۔ اندھے نے جواب دیا کہ میں نے تو چالیس ڈور کر کہا ہے۔ اگر ساری مینگنیاں گنتا تو شاید ستر سے زائد ہوتیں۔ شاید آپ بھی اُن کے شاگرد نہ ہوں۔

قال صفحہ ۲۷۔ وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

اقول۔ قرآنی آیت ہے۔

قال صفحہ ۲۷۔ وحجة بالغة تلدغ الباطل كالنضناض۔

اقول۔ حریری کے صفحہ ۴۹ سے مسروق ہے بتغیرٍ ما۔

قال صفحہ ۲۷۔ وما انا الاخادی الوفاض۔

اقول۔ حریری صفحہ ۸ کا سرقہ ہے بازدیاد ما۔

قال صفحہ ۲۸۔ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات۔

اقول۔ مَا اعطی لی کی جگہ مَا اُعْطِیْتُ چاہیئے۔

قال صفحہ ۲۹۔ فواللہ انی ارجو من حضرة الكبرياء ان يكون لی غلبة و فتح مبین علی الاعداء وان الله بثثث الكتب۔

اقول۔ ارجو اور یکون مضارع نہیں چاہیئے۔ کیونکہ "لو" کے مابعد ماضی کا محل ہوتا ہے الا لنکتة نیز ولن الله بثثث بھی ارجو کے ساتھ مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ رجا اب ہے یا آئندہ ہوگی تو کتابوں کا پھیلانا جو ماضی میں ہوا اس امید پر کیوں کر معلول ہو سکتا ہے۔

قال صفحہ ۳۲۔ ولا ترهق بالتبعة والمعتبة۔

اقول۔ حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

قال صفحہ ۳۲۔ عن مَعَرَّةِ اللکن۔

اقول۔ حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔

قال۔ وتوفیقاً قائداً الی الرشد والسداد۔

اقول۔ حریری سے لیا ہے۔

قال صفحہ ۳۶۔ ان اری ظالعه كالضليع

اقول۔ مسروق من الحریری صفحہ ۵ بتغیرٍ مّا۔

قال صفحہ ۳۷۔ یقال عثارہ۔

اقول۔ حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے بتغیرٍ مّا۔

قال صفحہ ۳۹۔ اقتعد منا غارب الفصاحة وامتطٰی مطایا الملاحة۔

اقول۔ حریری کا سرقہ ہے۔

قال صفحہ ۴۱۔ فقد انغمر حلمه كثلج ينعدم بالذوبان۔

اقول۔ "انغمر" کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے "نعدم" چاہیئے دیکھو قاموس۔

قال صفحہ ۴۱۔ لابد ان ان یکون له هذا العلو۔

اقول۔ ضمیر کا موقع ہے اس کا ماقبل ملاحظہ ہو۔

مامُورمِنَ اللہ کو میدان میں موجُود ہونا نہایت ہی ضرُوری تھا۔ تاکہ خلق اللہ مامُور کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صِراطِ مُستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مُخالِفین کو للکار کر بُلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نِکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دِین کی بیخ کنی کرنا ہے۔ مگر اَیسے مامُور اور ایسے دِین کا عمل درآمد ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ کا دین اگر وُہی محمّدی دین ہوتا تو بجائے اس قول پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اَنَاالنَّبِیُّ لَاکَذِبْ اَنَاابْنُ عَبْدُالْمُطَّلِبْ آپ اَنَاالرَّسُوْلُ لَامِرَاء اَنَاابن غلام مرتضیٰ کہتے ہُوئے میدان میں موجُود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکْرَوَاِنَّالَہٗ لَحَافِظُوْن کے قرآنِ کریم کو تحریف سے بچانا منظُور تھا۔ اور اُمتِ مرحُومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سُنّت اور اجماع کا محرّف ہے اِس لیے پہلے اس کے ہاتھ سے اِشتہارِ دعوت بآں کرّوفر کہ ضرُور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا یہ ہوگا وُہ ہوگا" رُوئے زمین پر دلوایا، جس میں خُود ہی اس نے ان تین عُلماء (جناب مولوی محمّد عبدُ اللہ صاحب پروفیسر لاہوری اور جناب مولوی عبدالجبّار امرتسری اور مولوی محمّد حسین صاحب بٹالوی) کو حَکَم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا اور پہلے اس کے آپ کو اِلہام بھی ہو چکا تھا کہ واللہ یعصمك من الناس اور نیز انی مھین من اھانك اور نیز تیری اور تیرے گروہ کی مَیں حفاظت کروں گا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا۔ (دیکھو کتاب البریہ) اور پھر اِسی اِشتہار میں اخیر پر یہ لکھ دیا کہ لعنۃ اللہ علی من تَخَلَّفَ وَاَبٰی مُسلمانو غور سے سوچو یہ ایک مکرِ الٰہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے۔ جو اُنھوں نے سوچا تھا کہ کِسی کو کیا ضرُورت جو اجابتِ دعوت کرے۔ ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائے گی۔ اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہُوئے دام میں پھنسیں گے۔ اور تصویر فروشی اور اِشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت پھر مزید برآں بہ بہانہ خسارت وغیرہ وغیرہ پولٹیکلوں کی آسامی نکل آئیں گے۔ مگر چُونکہ بحکم وَاللہُ خَیْرُالْمَاکِرِیْنَ کے اِلٰہی مکر ہی غالب رہتا ہے۔ لہٰذا قادیانی صاحب کی اِس کرّوفر کے بعد ایّامِ جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر دی گئیں یعنی عدم حاضری کا عُذر تک بھی قلم اور مُنہ سے نہ نِکلا باوجُود اِس کے کہ معتقدین و مُخالفین دونوں کی جانِب سے سخت اصرار اور کشمکش بھی ہُوئی۔ تخمیناً پانچ چھ دِن کے بعد جب ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کا عُذر پر بیدِ لرزاں کی طرح قلم ہلنے لگا اور اعذار باردہ اوہن من بیت العنکبوت شرُوع ہُوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لیے نہیں آئے۔ اِس عُذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اُن اِلہامات کو بھُول گئے جن میں آپ کو مُلہم کی جانب سے پُوری تسلّی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی۔ یا آپ کے مُلہم سے بھی اِیفاء وعدہ کی قُدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اِس لیے تھی کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اس کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرے تو اس کے غلبہ کو معیارِ صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرُور ہی اس کو غالب کرتا ہے۔ اور اس سچے مامُور کو فرضِ منصبی کے رُو سے حریفِ مقابل کے رُوبرُو ہونا نہایت ضرُوری تھا۔ بلکہ قادیانی صاحب چُونکہ برُوز و فنا محمّدی و عیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مُقابلہ کی تسلیم اُن پر ضرُوری تھی۔ کیونکہ ان کے بارزین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔ دُوسری وجہ ترمیم کی یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاقِ حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اِس قدر کہاں تھی کہ اِس تفسیر کے مضامِینِ واہیہ اور محرّفہ پر اِطلاع پا دیں۔ یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وُہ تو صرف عربی عبارت مسرُوقہ کو دیکھ کر اور زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اِس لیے نہایت ضرُوری تھا کہ پہلے عُلماء کرام کے سامنے قرآن و حدیث کو نکال کر بلحاظِ سیاق و سباق اثباتِ مدعیٰ کیا جاتا۔ اور عُلماء اِسلام اِنصاف فرماتے کہ کِس کا مضمُون یا اِستنباط اصُولِ شرعیہ کے مُطابق ہے۔ تاکہ اُس کو قبُول کر لیا جاوے

کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تاکہ میرے دل کی محبّت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو ہمیں خدائے تعالیٰ قادرِ مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دخترِ کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدائے تعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہوں گی۔ اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لیے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مُبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لیے نہایت درجہ موجبِ برکت ہوگا۔ اور خدائے تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی۔ جیسا کہ یہ اُس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کُنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔ اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے۔ اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے۔ اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے۔ اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلّہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدائے تعالیٰ اُن کو رُسوا کرے گا۔ اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کے لیے بصدقِ دل دُعا کرتے ہیں۔ سو یہ اُن کی ہمدردی اور محبّتِ ایمانی کا تقاضا ہے۔ اور یہ عاجز جیسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدائے تعالیٰ کے اِن الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لیے معاون بنیں۔ تاکہ خدائے تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدائے تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا۔ اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدائے تعالیٰ آپ کو دین اور دُنیا کی برکتیں عطا کرے۔ اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اُس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا۔ آپ کے سب غم دُور ہوں اور دین اور دُنیا دونوں آپ کو خدائے تعالیٰ عطا فرماوے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرماویں۔ والسّلام

خاکسار احقر العباد غلام احمد عفی عنہ، ۱۷۔ جولائی ۱۸۹۲ء

بروز جمعہ (از کلمہ فضلِ رحمانی)

اِن لفظوں سے ظاہر ہے کہ مرزا جی اپنے اغراضِ نفسانی کو پورا کرنے کے لیے عموماً بقولِ حافظ شیرازیؒ ؎

حافظا مے خور و رندی کُن و خوش باش ولے   دامِ تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

اِسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے۔ کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اُس کی امداد موقوف نہیں۔ اِس لیے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ایک معنی ہیں قطع الوتین کے۔ انتہی۔

ناظرین خدارا انصاف۔ کیا ایسی ہی پیشین گوئیاں کرنے والے کو مطابق (اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ) کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے؟ جیسا کہ قادیانی صاحب اس اشتہار سے پہلے بھی بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو توضیح صفحہ ۱۸۔ کہ :-

۱۔ محدّث بھی ایک معنے سے نبی ہوتا ہے کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔

ؔ جب ہی تو ذلّت کی موجب ہوئی ہے۔ ۱۲   ؔ آیت لقطعنا منہ الوتین (اس کی شہ رگ کاٹ دیں گے) کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ

سوال

بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی نبی یا رسول صاحبِ شرعِ جدید نہیں ہو سکتا۔ کما قال الشیخ الاکبر فی الباب الثالث والسبعین وھذا معنٰے قولہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی الخ اور قادیانی نبوّت اور رسالتِ غیر تشریعیہ کا مدّعی ہے۔

جواب

پہلے گذر چکا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہٗ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دے کر (الا انہ لا نبوۃ بعدی) کے ساتھ نبوّت کی نفی کر دی مع آں کہ ہارون کی نبوّت غیر تشریعی تھی یعنے موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع ان کے پاس نہیں تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے، کوئی نبی غیر مشرعی بھی نہیں ہو سکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ سو وُہ قادیانی کو مُضر ہے مُفید نہیں۔ کیونکہ وُہ اِسی باب میں عیسٰی بن مریم کو بعینہٖ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہٖ العنصری زمین پر اُتارتے ہیں۔ دیکھو اِسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی فی الارض ایضا الیاس وعیسٰی وکلاھما من المرسلین۔ اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقامِ نبوّت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں۔ مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ اِسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ فسددنا باب اطلاق النبوۃ علی ھذا المقام۔ اور نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں۔ (فانہ لو عطف علیہ لسلم علی نفسہٖ من جھۃ النبوۃ وھو بابٌ قد سدّہٗ اللہ کما سدّ باب الرسالۃ عن کل مخلوق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الی یوم القیامۃ) یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوّت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

سوال

قادیانی کی اِس قدر مغلطہ قسمیں کس طرح جھُوٹی سمجھی جاویں۔

جواب

پہلے مُلہمین و محدّثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان اِنسان کے قلب پر بہکانے کے لیے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام۔ جس سے نتائج عجیبہ و غریبہ نکلواتا ہے۔ جیسا کہ مانحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں۔ قال الشیخ الاکبر

اَرضِ ذات النخلہ

سوال

ارضِ ذات النخلہ کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا۔ اور ایسا ہی لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ کا وقت صلح حدیبیہ والا سال سمجھ لینا کیا یہ ہر دو اور نظائر ان کے از قبیلِ قصور فی الکشف اور خطائی التعبیر نہ تھے جب مکاشفاتِ مذکورہ میں قصور اور خطائی التعبیر واقع ہو گئے تو نزولِ مسیح ابن مریم والی پیشین گوئی میں کیوں نہیں واقع ہو سکتے یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غلام احمد قادیانی کو عیسٰی بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔

جواب

ارضِ ذات النخلہ والے مکاشفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی سے پیشین گوئی نہیں فرمائی کہ بالضرور یمامہ ہی میں جانا ہو گا۔ صرف آپؐ کا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قائم نہ رہا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا فذھب وھلی الی الیمامۃ اور دخولِ مسجدِ حرام کے متعلق بھی آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ضرور تم اسی سال مسجدِ حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے۔ یعنی واقعی امر برنگِ استعارہ وتمثیل نظر آتا ہے۔ چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپؐ نے بشکل ایک عورت پراگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ وغیرہ اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ۔ چنانچہ دخولِ مسجدِ حرام والے مکاشفہ میں نفس دخولِ مسجدِ حرام کما ہو فی الواقع صرف مکشوف ہوا۔ مسجدِ حرام کے داخل ہونے کا وقت معلوم نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اُس سال آپؐ حدیبیہ میں تشریف لے گئے۔ بلکہ مناسب بشانِ نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال بھی جانا آپؐ کا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ حصولِ صلح کے لیے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمانِ خداوندی واقع ہوا کشفِ اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپؐ نے کبھی پیشین گوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی۔ یعنی جس جزء میں اجمال وخفا ہوتا تھا اُس کے بارہ میں اِس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ جزء بالضرور اسی طرح وجہِ مخصوص پر واقع ہو گی۔ اِس قسم کی پیشین گوئی میں قبل از وقوع، ایمان علیٰ حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلف ہیں نہ ایمان علیٰ وجہِ خصوص کے طور پر۔ بخلاف کشفِ تفصیلی عینی کے یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپؐ نے معاینہ فرمایا اور اس کے بارہ میں پیش گوئی یقینی طور پر فرما دی تو مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اِس کے شمس الہدایت میں بحوالہ کتبِ حدیث لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیش گوئی آپؐ کے ہو چکا ہے۔ نزولِ مسیح ابنِ مریم وظہورِ دجال وغیرہ علاماتِ قیامت والی پیش گوئیاں کشفِ عینی کے قبیلہ سے ہیں۔ گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپؐ کو نہایت اہتمام سے اُمتِ مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور رہا تاکہ اُمتِ مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جائے۔ چنانچہ مسیح ابنِ مریم بھی کہتے گئے کہ

میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال اور نیز قصہ نزولِ ایلیا بھی عبرت کے لیے کافی نظیر وقوع میں آچکا تھا۔ جس کے لحاظ سے آپؐ کو تفصیلی وتاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خطا پر قائم رہنا فی التعبیر ہی کیوں نہ ہو، ہرگز ممکن نہیں۔ کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دھوکہ آپؐ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دی جاوے۔ الغرض بحکم فَيَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ انبیاء کا خطا پر قائم رہنا اور ایسا ہی بمقتضٰے فَاِنَّهٗ يَسۡلُكُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا (الجن۔۲۷) وحی کا غلط ہونا شرعاً وعقلاً محال ہے۔ الحاصل کشفِ اجمالی بھی بعد التبیان اللاحق تفصیلی کی طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔

ہو جائے گی۔ اور زر و مال کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ تمام دُنیا اور دُنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ ابُوہریرہؓ کہتے تھے۔ اگر تم ارشادِ نبوی کے ساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ (نساء : آیت ۱۵۹)

۵۔ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال قیام فرماویں گے۔ اگر وُہ پتھریلی زمین سے کہہ دیں کہ شہد ہو کر بہہ جا تو وُہ بہہ چلے۔ پہلی حدیث، ابُوداؤد۔ دُوسری، مُسلم۔ تیسری، مسند احمد۔ چوتھی، بُخاری۔ پانچویں، مسند کی ہے اور مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔ خاتم المحدثین امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں اِن احادیث کو متواتر کہا ہے۔

خصُوصیّاتِ زمانہ نزُولِ مسیح علیہ السّلام

۱۔ ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائے گا کیونکہ مال کی مُسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔ آج کے عیسیٰ بننے والے خود ہی چندہ کے (کبھی تو بحیلہ منارہ اور کبھی بہ بہانہ تصنیف اور کبھی بذریعہ مسافر نوازی) محتاج ہیں۔

۲۔ مُسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا۔ اور اسے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ سب متموّل اور توانگر ہوں گے۔ آج دُنیا کی تمام اقوام میں سب سے زیادہ مُفلس اور غریب مُسلمان ہیں۔ زکوٰۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں۔

۳۔ آپس کے بُغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائے گی۔

۴۔ زہریلے جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ وحُوش میں سے درندگی نکل جائے گی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھّو سے کھیلیں گے۔ ان کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔ بھیڑیا بکری کے ساتھ چرے گا۔

۵۔ زمین صُلح سے بھر جاوے گی۔

۶۔ زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر۔ اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اس دن ایک انار کو ایک گروہ کھائے گا۔ اور انار کے چھلکے کو بنگلہ سا بنا کر اُس کے سایہ میں بیٹھیں گے۔ دُودھ میں برکت ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک دودھار اُونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو۔ دودھار گائے ایک برادری کے لوگوں کو، اور دودھار بکری ایک جدّی شخصوں کو کفایت کرے گی۔

۷۔ گھوڑے سستے بکیں گے۔ کیونکہ لڑائی نہ رہے گی۔ بیل گراں قیمت ہو جاویں گے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

سیرتِ مسیح

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق میں مُسلمانوں کے ساتھ نمازِ عصر پڑھیں گے۔ پھر اہلِ دمشق کو ساتھ لے کر طلب دجّال میں نہایت سکینہ سے چلیں گے۔ زمین اُن کے لیے سمٹ جاوے گی۔ ان کی نظر قلعوں کے اندر گاؤں کے اندر تک اثر کر جاوے گی۔

۲۔ جس کافر کو ان کے سانس کا اثر پہنچے گا وُہ فوراً مر جائے گا۔

۳۔ یہ بیت المقدس کو بند پاویں گے۔ دجّال نے اُس کا محاصرہ کر لیا ہوگا۔ اس وقت نمازِ صبح کا وقت ہوگا۔

۴۔ ان کے وقت میں یاجُوج ماجُوج خرُوج کریں گے۔ تمام خشکی و تری پر پھیل جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُسلمانوں کو کوہِ طُور پر لے جاویں گے۔

۵۔ یہ روضہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس مدفون ہوں گے مُسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

نیز معلوم ہو کہ مزعوم مخاطب عام ہے مقولہ مخاطب سے، یعنی صرف حکم ایجابی یا سلبی مخاطب کا مزعوم ہے اور خصوصیاتِ تکلم یا غیبوبت عند التعبیر خارج ہیں ذاتِ مزعوم سے۔ اسی مزعوم سے مخاطب بصیغۂ متکلم اور متکلم مردِّد بصیغۂ غائب تعبیر کرے گا۔ گویا صیغۂ متکلم اور غائب تعبیراتِ موارد تحقیق میں سے ہوئی مزعوم مخاطب کے لیے۔ لہٰذا تردید مزعوم مستلزم ہے تردید مقولہ کو جیسا کہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (نساء۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸) میں حکم سلبی یعنی "ماقتلوه" تردید ہے۔ مزعوم یہود یعنی حکم ایجابی کے لیے جس کو یہود نے (انا قتلنا المسیح) سے تعبیر کیا۔ اور متکلم مردِّد نے بصیغۂ غائب یعنی "قتلوه" سے تعبیر کی۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور وہ خود تعبیر کے وقت اِنَّا اَحْسَنَّا صُنْعًا کہیں گے وایضاً قال اللہ تعالیٰ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (انعام۔آیت ۱۳۶) اب اس آیت میں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے مزعوم مشرکین کا بیان بصیغۂ غائب ہے یعنی شُرَكَآئِهِمْ۔ اور ان کی جانب سے تعبیر لِشُرَكَآئِنَا کے ساتھ بصیغۂ متکلم ہوگی۔ پھر سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ تردید ہے مزعوم مذکور کے لیے۔ ایسا ہی علامہ کی عبارت اخیرہ میں مزعوم مخاطب سے تعبیر اِنَّهٗ قَاعِدٌ کے ساتھ بالاضمار ہے۔ اور مخاطب کا مقولہ (زیدٌ قاعدٌ) بالاظہار ہے۔ الغرض اہلِ معانی کی عباراتِ مشہورہ مثل من یعتقد العکس اور ویسمی قصر القلب لقلب حکم المخاطب وغیرہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حکم قصری قلب اور تردید ہے حکم مخالف یعنی نقیض اپنی کا، اولاً و بالذات۔ اور تردید ہے مقولہ مخاطب کے لیے، ثانیاً و بالعرض۔ نام کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ مازیدٌ قائماً بل قاعد تردید ہے زید قائم کے لیے اولاً و بالذات۔ اور مقولہ مخاطب کے لیے ثانیاً و بالعرض مثلاً صورتِ مسطورہ میں فرض کیا کہ زاعم زید ہی ہو تو مقولہ اس کا انا قائمٌ ہوگا اور بعد ملاحظہ اتحاد معنون زید اور انا کے زیدٌ قائمٌ کی تردید انا قائمٌ کی تردید بھی جاوے گی۔ چنانچہ مانحن فیہ میں انا اور واؤ ضمیر انا قتلنا اور قتلوه میں دونوں تعبیر ہی یہود سے۔ لہٰذا قتلوه کی تردید قتلنا کی تردید ہے۔ ہاں جس صورت میں مزعوم سے تعبیر بمقولہ مخاطب کی جاوے تو تردید مزعوم عین تردید مقولہ کی ہوگی۔ جیسا کہ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ میں اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مزعوم بھی ہے اور مقولہ بھی۔ کما قال تعالیٰ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ الخ (بقرہ۔ آیت ۱۱۶) بخلاف مانحن فیہ کے کہ یہاں پر مزعوم یہود کا قتل صادر از یہود و واقع بر مسیح ہے جسے یہود قتلنا المسیح کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور غیر یہود بوقتِ بیان مزعوم ان کے قتلوا المسیح سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ منشاء اعتراض نہ صرف فنِ معانی ہی سے بے خبری ہے بلکہ ایساغوجی کی بحث تناقض کی طرف بھی توجہ نہیں۔ کیونکہ سالبہ شخصیہ کی نقیض موجبہ شخصیہ ہوتا ہے۔ اور صدق احد النقیضین یستلزم کذب الآخر ایک مشہور مقدمہ ہے۔ بنائً علیہ صدق ماقتلوه کا مستلزم ہوگا کذب قتلوه کو۔ جناب کو اگر مضمون مذکورہ کی طرف توجہ ہوتی تو (قتلوه) کے باطل ٹھہرانے کو مستبعد خیال نہ فرماتے۔ ظاہر ہے کہ زید کے مزعوم اور مقولہ مثلاً ضربت عمرواً کو جب خالد نے رد کرنا چاہا تو ماضرب عمرواً کہے گا جو تردید ہے اپنی صریح نقیض کے لیے، یعنی ضرب عمرواً جس کا ابطال مستلزم ہے بطلان ضربت عمرواً کے لیے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل جو مستتر ہے ضرب میں اور تا ضربت کی دونوں کا معنون زید ہی ہے۔

نیز واضح خاطرِ ناظرین ہو کہ موردِ ابطال قتلوه ہے مگر بعد اعتبار الحکم المزعومی۔ کیونکہ ماقتلوه میں ایک ہی حکم سلبی ہے۔ لعدم اشتمال القضیہ علی الحکمین مطلقاً۔ گویا قتلوه بعد اعتبار الحکم مصداق ہوا العکس کے لیے، جو کہ اہلِ معانی کی عبارت ہذہ میں واقع ہے والمخاطب بالثانی یعتقد العکس۔ اور شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مطلب ٹھہرا کہ بل رفعہ اللہ علیہ سے عکس ماقتلوه کا باطل کیا گیا یعنی قتلوه جو نقیض ہے ماقتلوه کی جس کا ابطال مستلزم ہے بطلان قتلنا المسیح کو۔

علاماتِ ظہورِ مہدی

ناظرین پر روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ امروہی صاحب اپنے اِس قول (وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِیِّیْن لانبی بعدہٗ) میں تب ہی صادق سمجھے جاویں گے جب کہ قادیانی صاحب کو نبوّت کے دعوے میں کاذب سمجھیں اور مشاہرہ معیّنہ کے لالچ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو مُطلق رازق جانیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسیحِ موعُود ہونے پر اُس حدیثِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے استدلال کیا ہے جس میں خسُوف اور کسُوف رمضان مُبارک میں جمع ہونا نزُولِ مسیح کی علامت فرمائی گئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میرے دعویٰ کے ثبُوت میں یہ دونوں باتیں جمع ہوگئیں۔ دیکھو مکتوب عربی صفحہ ۷۷۔ ایسا ہی اس نبی کے مومن امروہی صاحب اپنی کتاب شمسِ بازغہ صفحہ ۳ سطر ۲ پر فرماتے ہیں۔

قولہٗ۔ مثلاً اجتماعِ سُورج گرہن و چاند گرہن کا ماہِ مُبارک رمضان شریف میں جو نشانِ صدق مہدی علیہ السّلام کا کُتبِ احادیث میں مندرج تھا جب کہ ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا تو تمام دُنیا میں پیشتر وقوع ہی سے اس کا شہرہ ہوگیا تھا۔ ہیئت دانوں اور منجموں نے پیشتر وقوع سے ہی اس کو شائع کر دیا تھا۔ اور بعد از وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہوگی جس میں اس کا چرچا واقع نہ ہُوا ہو۔ اَب کس کی مجال ہے کہ اس کو مخفی کرے۔

اقول۔ دارقطنی میں محمّد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی موعُود کے ظہور کے لیے دو ایسی علامتیں ہیں جو ابتداءِ پیدائشِ آسمان و زمین سے کبھی واقعہ نہیں ہُوئیں۔ اور وُہ یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں کسُوفِ آفتاب ہوگا۔ ان للمھدی آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منہ۔ الفاظ "فی اول لیلۃ من رمضان" کا ترجمہ لڑکے بھی جانتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسُوف ہوگا اور رمضان کے پندرھویں دِن کو کسُوف۔ انقلابِ زمانہ کی وجہ سے چونکہ ہلال کو بھی قمر کی طرح خسُوف عارض ہوگا۔ تو گویا ہلال قمر ہوا۔ لہٰذا اس حدیث میں قمر کا اطلاق بھی پہلی رات کے چاند پر کیا گیا۔ چنانچہ تغیّرِ زمانہ کی وجہ سے قربِ قیامت کے ایک دن والے کو بُوڑھا کہا جائے گا سو یہ آج تک واقع نہیں ہوا۔ اور نیز یہ نزُولِ مسیح کی علامت نہیں۔ بلکہ یہ ظہُورِ مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادتِ زمان اور برخلاف حسابِ منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسُوف ہوگا اور اسی کی پندرھویں کو کسُوف ہوگا۔ اور جیسا کہ یہ علامت ظہُورِ مہدی کی وقوع میں نہیں آئی۔ ایسا ہی باقی علامات بھی آج تک ظاہر نہیں ہُوئیں۔

۱۔ قریبِ ظہُورِ مہدیؑ کے دریائے فرات کھُل جائے گا۔ اور اس میں ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔

۲۔ آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی ال محمّد۔ اے لوگو حق آلِ محمّدؐ میں ہے۔

شناختِ مہدیؑ کی علامات

۱۔ اُن کے پاس رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا کُرتہ، تیغ اور علَم ہوں گے۔ یہ نشان بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کبھی نہ